اردو زبان کی

مؤلفہ:
خانصاحب مولوی محمد اسمٰعیل

ملنے کا پتہ:
فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۴۲۲ مٹیا محل اردو مارکیٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶
فون آفس: ۳۲۷۹۹۹۸ ۳۲۶۵۴۰۶ رہائش: ۳۲۶۲۴۸۶

اُردو زبان کی

# چوتھی کتاب

مؤلفہ:- خانصاحب مولوی محمد اسمٰعیل

ملنے کا پتہ

فرید بُک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۴۲۲ مٹیا محل اردو مارکیٹ جامع مسجد دہلی
فون آفس، ۳۲۷۱۹۹۸، ۳۲۶۵۳۰۱ رہائش: ۳۲۶۲۳۸۶

# ہماری مطبوعات ایک نظر میں

| کتاب | قیمت |
| --- | --- |
| بلوغ المرام مصری ٹائپ | 25/= |
| البلاغۃ الواضحہ | 50/= |
| القراۃ الرشیدہ حصہ اوّل | 11/= |
| " حصہ دوم | 12/= |
| " حصہ سوم | 13/= |
| " حصہ چہارم | 14/= |
| ریاض الصالحین عربی مجلّد | 80/= |
| بہشتی ثمر حصہ اوّل عکسی جلی قلم | 11/= |
| " " حصہ دوم " | 9/= |
| خطبۂ جدید عربی اردو عکسی رنگین کور | 8/= |
| خطبۂ علمی " " " " " | 8/= |
| عربی بول چال اوّل (عبدالرحمٰن امرتسری) | 10/= |
| " دوم ( " ) | 11/= |
| عربی کا معلم اوّل (عبدالستار خاں) | 10/= |
| اردو زبان کا قاعدہ عکسی (مولوی محمد اسمٰعیل) | 75/= |
| " " کی پہلی کتاب " ( " ) | 1/50 |
| " " کی دوسری کتاب " ( " ) | 3/50 |
| " " کی تیسری کتاب " ( " ) | 6/= |
| " " کی چوتھی کتاب " ( " ) | 7/= |

| کتاب | قیمت |
| --- | --- |
| النحو الواضح حصہ اوّل (ابتدائیہ) | 10/= |
| " حصہ دوم ( " ) | 14/= |
| " حصہ سوم ( " ) | 16/= |
| " حصہ اوّل (ثانویہ) | 16/= |
| " حصہ دوم ( " ) | 16/= |
| " حصہ سوم ( " ) | 16/= |
| عربی کا معلم دوم (عبدالستار خاں) | 10/= |
| " سوم ( " ) | 18/= |
| " چہارم ( " ) | 25/= |
| کلید عربی کا معلم اوّل | 3/= |
| " دوم | 3/= |
| " سوم | 5/= |
| کتاب الصرف (عبدالرحمٰن امرتسری) | 12/= |
| کتاب النحو ( " ) | 10/= |
| اردو زبان کی پانچویں کتاب مولوی محمد اسمٰعیل | 7/50 |
| قاعدہ بغدادی ۸ صفحہ خورد | 25/= |
| " ۱۶ صفحات خورد | 50/= |
| پارہ جات خورد | 1/= |
| قاعدہ یسرنا القرآن ۲۴ صفحات خورد (محمد اسمٰعیل) | 2/= |

# فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## اردو زبان کی

# چوتھی کتاب

## (۱) خدا کی قدرت

### از مؤلف

جو چیز خدا نے ہے بنائی — اس میں ظاہر ہے خوشنمائی
کیا خوب ہے رنگ ڈھنگ سب کا — چھوٹی بڑی جس قدر ہیں اشیا
روشن چیزیں بنائیں اس نے — اچھی شکلیں دکھائیں اس نے
ہر چیز کی ہے ادا نرالی — حکمت سے نہیں ہے کوئی خالی
ہر چیز ہے ٹھیک ٹھیک لاریب — ہیں اس کے تمام کام بے عیب
ننھی کلیاں چٹک رہی ہیں — چھوٹی چڑیاں پھدک رہی ہیں
اس کی قدرت سے پھول مہکے — پھولوں پہ پرندے آکے چہکے
چڑیوں کے عجیب پر لگائے — اور پھول ہیں عطر میں بسائے
چڑیوں کی ہے بھانت بھانت آواز — پھولوں کا جدا جدا ہے انداز
محلوں میں امیر ہیں بہ آرام — ہے در پہ کھڑا غریب ناکام

ہے کوئی غنی تو کوئی محتاج
بے گھر ہے کوئی کسی کے گھر راج

روزی دونوں کو دی خدا نے
معمور ہیں قدرتی خزانے

تاروں بھری رات کیا بنائی
دن کو بخشی عجب صفائی

موتی سے جڑے ہوئے ہیں لاکھوں
ہیرے سے جڑے ہوئے ہیں لاکھوں

کیا دودھ سی چاندنی ہے چٹکی
حیران ہو کر نگاہ ٹھٹکی

تارے رہے صبح تک نہ وہ چاند
آگے سورج کے ہو گئے ماند

نیلا نیلا اب آسماں ہے
وہ رات کی انجمن کہاں ہے

شام آئی تو اس نے پردہ ڈالا
پھر صبح نے کر دیا اُجالا

جاڑا ۔ گرمی ۔ بہار ۔ برسات
ہر رُت میں نیا سماں نئی بات

جاڑے سے بدن ہے تھرتھراتا
ہر شخص ہے دن میں دھوپ کھاتا

سردی سے ہیں ہاتھ پاؤں ٹھٹھرتے
سب لوگ الاؤ پر ہیں گرتے

سرسوں پھولی بسنت آیا
سب نے پھاگن کا راگ گایا

پھوٹیں نئی کونپلیں شجر میں
اک جوش بھرا ہوا ہے سر میں

جاڑے کی جو رُت پلٹ گئی ہے
دن بڑھ گیا رات گھٹ گئی ہے

گرمی نے زمین کو تپایا
بھانے لگا ہر کسی کو سایا

برسات میں دَل ہیں بادلوں کے
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے

رَو آتی ہے زور و شور کرتی
دامانِ زمین کو کترتی

کِس زور سے بہہ رہا ہے نالا
اونچے ٹیلے کو کاٹ ڈالا

بَل کھا کے ندی نکل گئی ہے
رُخ اپنا اُدھر بدل گئی ہے

دریا ہے رواں پہاڑ کے پاس — بستی ہے بسی اجاڑ کے پاس
بستی کے اِدھر اُدھر ہے جنگل — جنگل ہی میں ہو رہا ہے منگل
مٹی سے خدا نے باغ اُگائے — باغوں میں اسی نے پھل پکائے
میوے سے لدی ہوئی ہے ڈالی — دالوں سے بھری ہوئی ہے بالی
سبزے سے ہرا بھرا ہے میداں — اونچے اونچے درخت ذیشاں
ہم کھیلتے ہیں وہاں کبڈی — مِیری ہے کوئی، کوئی پھسڈی
گائیں بھینسیں عجب بنائیں — کیا دودھ کی ندّیاں بہائیں
پیدا کیے اونٹ بیل گھوڑے — ہر شے کے بنا دیئے ہیں جوڑے
روشن آنکھیں بنائیں دو دو — قدرت کی بہار دیکھنے کو
دو ہونٹ دیئے کہ منہ سے بولیں — شکر اس کا کریں زباں کھولیں

بے شک ہے خدا قوی و قادر
ہر شے اس نے بنائی نادر

یاد کرو تلفظ اور معنی

اَشیا — ناکام — مانند — قادر — اَدا — غنی
شجر — نادِر — حِکمت — معمور — ذِی شان

# ۲۔ خودرائی کا نتیجہ

۱۔ دو کبوتر ایک ہی آشیانے میں رہا کرتے تھے۔ ایک کا نام تھا 'بازندہ'، دوسرے کا 'نوازندہ'۔ بازندہ کے دِل

میں سیر و سیاحت کا شوق پیدا ہوا۔ یارِ غمگسار سے کہا کہ "آؤ! ہم تم مِل کر دنیا کا گشت لگائیں۔ کیونکہ سفر میں بے شمار عجائبات نظر سے گذرتے ہیں اور تجربہ حاصل ہوتا ہے۔" ؎

سیر کر دنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں
زندگی گر کچھ رہی تو نوجوانی پھر کہاں

۲۔ (نوازندہ) سنو بھائی! تم نے کبھی سفر کی محنت نہیں سہی اور غربت کی مشقت نہیں اٹھائی۔ اگر تم اس سے واقف ہوتے تو ہرگز ایسا فضول ارادہ نہ کرتے۔

۳۔ (بازندہ) یہ تو سچ ہے کہ سفر کی تکلیفات سے کبھی کبھی جان پر آ بنتی ہے۔ مگر جہان کا سیر و تماشا کچھ ایسا دلچسپ اور راحت افزا ہے کہ تمام کلفتوں کو بھلا دیتا ہے۔ اور جب طبیعت کو شدائد سفر کے تحمّل کی عادت ہو جاتی ہے اور عجائبات عالم کی دیکھ بھال کا چسکا لگ جاتا ہے۔ تو یہ مصیبت بھی راحت معلوم ہونے لگتی ہے۔ ؎

گلستانِ جہاں میں پھول بھی ہیں اور کانٹے بھی
مگر جو گل کے جویا ہیں انھیں کیا خار کا کھٹکا

۴۔ (نوازندہ) اے رفیق! دنیا کا سیر و تماشا تو اسی وقت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ جب اپنے عزیز رفیق دوست احباب ساتھ ہوں اور اگر ان سب کی مفارقت گوارا کر کے

سیر کی تڑپیچ ہے۔ ان کی جدائی کا رنج والم تمام کیفیتوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ اب تم کو رہنے کے لئے گھر کھانے کے لئے دانہ پانی بافراغت میسّر ہے۔ بس اسی پر قناعت کرو اور اپنے گوشۂ عافیت میں سلامتی سے رہنے کو غنیمت سمجھو۔

۵۔ (بازندہ) بھائی جان! دوستوں کی جدائی کا ذکر تو فضول ہے۔ اس لئے کہ جب قطع تعلق کر کے چل کھڑے ہوئے تو جہاں کہیں جائیں گے وہاں کیا دوست آشناؤں کا قحط ہوگا؟ ملنسار کو ہر جگہ ملنے والے بہم پہنچ سکتے ہیں۔ اور خود مسافرت ہی مسافر کو پختہ کار بنا دیتی ہے۔ اس کو دوستوں کی کچھ پرواہ نہیں۔

۶۔ (نوازندہ) اچھا صاحب جب آپ قدیم دوستوں کی صحبت ترک کرنے پر مستعد اور نئے دوست آشنا پیدا کرنے پر آمادہ ہیں تو میری باتوں کا اثر آپ کے دل پر کیوں ہونے لگا۔ اس صورت میں صلاح و مشورہ سب بے سود۔ خیر خدا حافظ! جو تمہارے جی میں آئے سو کرو۔

۷۔ الغرض بازندہ اپنے پرانے رفیق کو چھوڑ کر اڑا۔ جنگلوں میدانوں کا سپاٹا بھرتا۔ دریاؤں کی سیر کرتا ایک پہاڑی کے دامن میں جا ٹھہرا۔ وہاں کا سبزہ زار میدان اور دلکشا منظر اس کو بہت ہی بھایا۔ شام بھی قریب تھی وہیں قیام کا ارادہ کر دیا۔

۸۔ ابھی سستانے بھی نہ پایا تھا کہ یکایک زور شور کی آندھی

اُٹھی۔ بجلی کی کڑک۔ چمک اور بادلوں کی گھور گرج کے ساتھ ایک سخت طوفان نے اس کو گھیر لیا۔ بازندہ کو کوئی جائے پناہ نہ ملی۔ درختوں کی شاخوں اور پتوں میں چھپ چھپا کر ہزار خرابی سے وہ رات بسر کی۔ صبح ہوئی تو پھر اڑا۔ اب سوچتا تھا کہ وطن کو پھر چلے کبھی کہتا تھا کہ جب ارادہ کیا ہے تو چند روز اور بھی کیفیت سفر دیکھنی چاہیئے۔

۹۔ اسی فکر و تردّد میں بڑھا چلا جاتا تھا۔ کہ ایک شاہین نہایت قوی چست و چالاک اور بڑا شکاری اس کی طرف جھپٹا۔ یہ آفتِ ناگہانی جو پیش آئی تو بازندہ کے ہوش اڑ گئے۔ سر سے پاؤں تک سناٹا چھا گیا۔ دل سینہ میں دھڑکنے لگا۔ اپنی عقل و فہم پر نفریں کی اور اپنے نامعقول ارادے پر سخت پشیمان ہو کر دل میں کہنے لگا۔ "اگر اب کی بار اس بَلا سے نجات پاؤں تو پھر کبھی سفر کا نام نہ لوں اور اپنے رفیق کی صحبت کو ہمیشہ غنیمت سمجھوں۔

۱۰۔ اِدھر اس نے یہ نیت کی۔ ادھر غیب سے رہائی کا سامان شروع ہوا۔ ایک تیز پرواز عقاب دوسری جانب سے بازندہ کی طرف لپکا۔ اور چاہا کہ شاہین سے پہلے ہی اس کو جا دبوچے۔ اگرچہ شاہین اس کے جوڑ کا نہ تھا۔ مگر غیرت اور غصے نے اس کو ایسی جراٗت دلائی۔ کہ فوراً عقاب کے مقابل ہو گیا۔ دونوں میں چونچ پنجوں سے جھڑپ ہونے لگی ہ

جب کہ دو موذیوں میں ہو کھٹ پٹ
اپنے بچنے کی فکر کر جھٹ پٹ

بازندہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے میں جلدی کی۔ ایک پتھر کے تلے جا گھسا۔ سُکڑ سکڑا کر ایک تنگ سوراخ میں بہزار دِقّت اپنے تئیں چھپایا۔ اور ساری رات وہیں کاٹی۔

۱۱۔ جب آشیانہ مشرق سے خورشید جہاں تاب نے سر نکالا اور روئے زمین پر اپنے نورانی بازو پھیلا دیئے۔ تو بازندہ بھی سوراخ سے باہر آیا۔ اگرچہ سفر کی تکان۔ خوف کے صدمے اور بھوک پیاس کی شِدّت سے قوتِ پرواز باقی نہ تھی۔ مگر چار و ناچار پھر اڑا۔ چلتے چلتے ایک کبوتر نظر آیا۔ جس کے سامنے تھوڑا سا دانہ بھی پڑا تھا۔ یہ بھوک کے مارے بیتاب تھا ہی۔ اپنے ہم جنس کی صورت دیکھی اور آب و دانہ حاضر، فوراً اتر پڑا۔

۱۲۔ بیچارے نے ابھی دانے پر منہ بھی نہ ڈالا تھا۔ کہ جال میں پھنس گیا۔ بہت تڑپا بہت پھڑ پھڑایا۔ مگر جال سے مخلصی نہ پائی۔ آخر اس کبوتر کو لعنت ملامت کرنے لگا۔ کہ تیری وجہ سے میں اس دام بلا میں مبتلا ہوا۔ تو نے ہم جنس ہو کر مجھ غریب پردیسی کے ساتھ دغا کی۔ تجھ کو لازم تھا کہ یہاں اُترنے سے بیشتر ہی مجھ کو اس خطرے سے آگاہ کر دیتا۔

۱۳۔ اس کبوتر نے جواب دیا کہ "بھائی قضا کے سامنے سعی پیش

نہیں جاتی۔ یہ تمہارا افسوس محض لاحاصل ہے"۔ بازندہ نے کہا۔
"خیر جو ہوا سو ہوا۔ اب میری مخلصی کی سبیل نکالو! جب تک زندہ
رہوں گا۔ تمہارا احسان نہ بھولوں گا"۔ کبوتر بولا "ارے بے وقوف!
اگر ایسا حیلہ مجھ سے بن پڑتا تو میں اپنی ہی رہائی کی فکر نہ کرتا۔ تیرا حال
تو اس اونٹنی کے بچے کا سا ہے جس نے سفر کی ماندگی سے اکتا کر کہا
تھا" اے میری پیاری ماں! اتنی دیر تو ٹھہر جا کہ ذرا میں دم لے
لوں"۔ ماں نے جواب دیا۔ "اے میرے بھولے بھالے بچے۔ اگر مہار
میرے ہاتھ میں ہوتی تو بھلا میں یوں لدی لدی کیوں پڑی پھرتی؟"۔
۱۴۔ جب بازندہ کی آس بالکل ٹوٹ گئی تو بے اختیار پھڑکنے
لگا۔ اور ایک بارگی جی توڑ کر زور مارا۔ اتفاق سے جال تھا کہنہ
فرسودہ فوراً ڈورے ٹوٹ گئے اور بازندہ نکل بھاگا۔ اب تو چھوٹتے
ہی وطن کی طرف رُخ کیا۔ اثنائے راہ میں ایک ویرانہ گاؤں پڑا۔
وہاں ایک دیوار پر جو کھیت کے قریب ہی تھی۔ ذرا دم لینے کو ٹھہرا۔
۱۵۔ کسان کے لڑکے نے جو کھیت کی رکھوالی کر رہا تھا۔ کبوتر کو
دیکھ لیا۔ اور چپکے سے ایک غلّہ ایسا تاک کر مارا کہ اس کے بازو کو
رگڑتا ہوا سَن سے نکل گیا۔ وہ تڑپ کر گرا۔ اور لڑکا اپنے شکار
کی تلاش میں دوڑا۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ کبوتر اس کنویں میں
جا گرا ہے جو زیرِ دیوار تھا۔ تو لڑکا مایوس ہو کر لوٹ گیا۔
۱۶۔ بازندہ نے چونکہ ضربِ شدید کھائی تھی۔ اس لئے ایک

رات اسی کنوئیں کے اندر افسردہ و پژمردہ پڑا رہا۔ اگلے روز ذرا افاقہ ہوا تو افتاں وخیزاں وہاں سے چل نکلا۔ اور اپنے قدیم آشیانے کی راہ لی۔

۱۷۔ نوازندہ نے جو اس کی آہٹ سُنی تو نہایت خوش ہو کر پیشوائی کے لئے دوڑا اور بڑی خاطر و مدارات سے اس کو آشیانے میں لے گیا۔ پھر سفر کا حال پوچھا۔ بازندہ نے وہ مصیبت کی داستان سنائی اور کہا کہ "میں سنا کرتا تھا کہ سفر سے بڑا تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ خیر مجھ کو یہی تجربہ حاصل ہوا کہ بغیر دوست کے مشورہ اور صلاح کے کوئی کام نہ کرنا چاہیئے۔"

یاد کرو تلفظ اور معنی

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| خُودرائی | شدائد | عافیت | شاہین | دام |
| افسُردہ | سیاحت | تحمّل | قطع تعلق | نفریں |
| سبیل | پژمُردہ | غمگسار | مفارقت | ترک |
| عُقاب | مِہار | اِفاقہ | غُربت | احباب |
| سبزہ زار | جہاں تاب | کُہنہ | اُفتاں | راحت افزا |
| الم | دِل کُشا | مُخلِصی | فرسُودہ | حیران |
| کُلفت | ہیچ | منظر | قضا | آشنا | مُدارات |

# ۳۔ محمود غزنوی اور بڑھیا

۱۔ محمود کے حال میں مورخوں نے ایک بڑا دلچسپ قصّہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیک دل اور منصف مزاج تھا اور جب کوئی اس کو نیک مشورہ دیتا تھا۔ تو گو اس کی طبیعت کے خلاف ہوتا مگر فوراً مان لیتا تھا۔

۲۔ لکھا ہے کہ غزنی سے ایران کو جو سڑک جاتی ہے۔ اس پر بلوچی قزاقوں نے ایک مضبوط قلعہ اپنی جائے پناہ بنا لیا تھا جو سوداگر اس راہ سے گزرتے وہ قزاق ان کو قتل و غارت کرتے۔ ایک دفعہ انھوں نے تاجروں کے ایک کارواں کو لوٹ لیا اور خراساں کے ایک نوجوان کو مار ڈالا۔

۳۔ اس نوجوان کی بڑھیا ماں روتی پیٹتی دادخواہی کے واسطے محمود کے دربار میں حاضر ہوئی۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ "وہ مقام میرے پایۂ تخت سے اتنے دور دراز فاصلے پر ہے کہ وہاں کی وارداتوں کا انتظام دشوار ہے"۔ یہ سن کر اس مظلومہ نے کہا۔ "پھر ایسا ملک جس کی امن و امان کا بندوبست تجھ سے نہیں ہو سکتا اپنے قبضہ میں کیوں رکھ چھوڑا ہے اور اس پر حکومت و حراست کا دعویٰ کیوں کرتا ہے؟"

۴۔ بڑھیا کی اس بیباکانہ تقریر اور سچی بات نے بادشاہ کے

دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ فوراً ان قزّاقوں کے غارت کرنے پر مستعد ہو گیا۔ اور آئندہ کے لئے حکم دے دیا کہ جو قافلہ اس راہ سے گذرے اس کے ہمراہ ایک فوجی گارد جایا کرے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

مورّخ قزّاق غارت کارواں واردات
منصف مزاج قتل تاجر مظلومہ حراست

## ۴۔ محمود غزنوی اور کنور رائے والئ قنوّج

۱۔ ایک بار سلطان محمود غزنوی نے قنوّج پر یورش کی۔ یہ شہر اس زمانہ میں نہایت آراستہ و پیراستہ بارونق و مالامال اور راجہ کنور رائے کا دارالسلطنت تھا۔ جب سلطانی لشکر قریب پہنچا تو اس کی عظمت و شوکت دیکھ کر راجہ کو تابِ مقاومت نہ ہوئی۔ ناچار سلطان کے روبرو خود حاضر ہو کر اظہار عجز و نیاز کیا۔

۲۔ یہ کیفیت دیکھ کر سلطان کا دل بھی نرم ہو گیا۔ شاہانہ لطف و مدارات سے پیش آیا اور اس کے ملک و مال سے کچھ تعرض نہ کیا۔ تین روز تک راجہ کے ہاں مہمان رہا اور بوقتِ رخصت وعدہ کیا کہ اگر کوئی غنیم تمہاری اذیت کے درپے ہو گا تو امداد و اعانت کے لئے میں خود آؤں گا۔

۳۔ جب سلطان واپس چلا گیا۔ تو راجگان ہند نے اس اتحاد

اخلاص پر اس کو سخت لعنت ملامت کی۔ اور راجہ کالنجر کے ساتھ ہو کر دربار قنّوج پر سب نے حملہ کیا۔ سلطان یہ خبر پا کر حسب وعدہ اپنے دوست کی کمک کے واسطے روانہ ہوا۔ مگر قبل اس کے کہ وہ یہاں پہنچے۔ کنور رائے کا کام تمام ہو چکا تھا۔

یاد کرو تلفّظ اور معنی

یُورِش عظمَت مقاومَت غنِیم اِتّحاد دربَار
پیراستہ شوکَت عِجز اذِیّت اِخلاص حَسب
مالامال تَاب تعرّض اِعانت لعنَت کُمک

## ۵۔ گرمی کا موسم

از مؤلّف

مئی کا آن پہنچا ہے مہینا
بہا چوٹی سے ایڑی تک پسینا

بجے بارہ تو سورج سر پہ آیا
ہوا پیروں تلے پوشیدہ سایا

چلی لو اور تڑاقے کی پڑی دھوپ
لپٹ ہے آگ کی گویا کڑی دھوپ

زمیں ہے یا کوئی جلتا توا ہے
کوئی شعلہ ہے یا پچھوا ہوا ہے

در و دیوار ہیں گرمی سے تپتے
بنی آدم ہیں مچھلی سے تڑپتے

پرندے اڑ کے ہیں پانی پہ گرتے
چرندے بھی ہیں گھبرائے سے پھرتے

درندے چھپ گئے ہیں جھاڑیوں میں
مگر ڈوبے پڑے ہیں کھاڑیوں میں

نہ پوچھو کچھ غریبوں کے مکاں کی | زمیں کا فرش ہے چھت آسماں کی
نہ پنکھا ہے نہ ٹٹی ہے نہ کمرہ | ذرا سی جھونپڑی محنت کا ثمرہ

امیروں کو مبارک ہو حویلی
غریبوں کا بھی ہے اللہ بیلی

یاد کرو تلفظ اور معنی

بَنِی آدَمْ ثَمَرَہْ اَللہُ بیلی

# ۶۔ سُلطان ناصرالدین

۱۔ دِلّی کے بادشاہوں میں سلطان ناصرالدین بڑا نیک اور خلیق۔ شجاع۔ عابد اور سخی تھا۔ اس کا دربار اور سلطنت کا ساز و سامان تو نہایت شاندار تھا۔ مگر اپنی بود و باش کا خاص محل نہایت سادہ اور بے تکلّف تھا اور بادشاہوں کی طرح اِس کی حرم سرا بیگمات اور کنیزوں کی چھاؤنی نہ تھی صرف ایک بیگم تھی وہی بیچاری گھر کا سب کام کاج کرتی کھانا بھی اپنے ہاتھ سے پکاتی۔

۲۔ ایک روز اس نیک بخت بی بی نے سلطان سے درخواست کی کہ "ایک لونڈی باورچی خانے کا کام کرنے کو خرید لیجئے تو بہتر ہو۔ روٹیاں پکانے سے میرے ہاتھ جھلستے ہیں۔" سلطان نے جواب دیا کہ "شاہی خزانہ رعایا کا مال ہے۔ میرا حق اس

میں کچھ نہیں کہ روپیہ لے کر لونڈی خریدوں۔ میرا ذاتی خرچ قرآن شریف کی کتابت سے چلتا ہے۔ اس میں صرف کھانے پہننے کا گزارہ ہو سکتا ہے۔ اے بیگم تو صبر کے ساتھ اس مشقت کو برداشت کر امید ہے کہ خدا آخرت میں اس کا اجر دے گا۔

۳۔ تمام عمر اس بادشاہ کی فقیرانہ بسر ہوئی۔ ہمیشہ عبادتِ الٰہی اور پرہیزگاری میں مشغول رہا۔ اپنے مصارف کے واسطے سلطنت کے خزانے سے اس نے کبھی ایک حبہ نہیں لیا۔ صرف قرآن مجید کی کتابت پر اوقات بسر کی ایک بار کسی امیر نے اس خیال سے کہ بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن ہے معمول سے زیادہ دام دیئے۔ یہ امر سلطان کو ناگوار خاطر ہوا اس لئے آئندہ سے خفیہ طور پر ہدیہ کرنے کا اہتمام کیا

۴۔ اسی بادشاہ کے عہدِ سلطنت میں ہلاکو خاں مغل کا ایلچی آیا تھا۔ اس کے استقبال کو سلطان کا وزیر بلبن بڑی شان وشوکت کے ساتھ نکلا۔ جس کی جلَو میں پچاس ہزار سوار دو لاکھ پیادے اور دو ہزار جنگی ہاتھی تھے۔ اس وقت طبل ونقارہ کی صدا۔ نفیریوں کا شور۔ ہاتھیوں کا چنگھاڑنا۔ گھوڑوں کا ہنہنانا۔ ہتھیاروں کا چمکنا۔ آتشبازی کا چھوٹنا۔ ایسا عجیب ہنگامہ تھا جس نے مغل سفیر کے دل پر بڑا اثر کیا۔ جب اس کو سلطانی دربار میں بار ملا۔ تو بارگاہ کی آرائش اور اس میں عالی جاہ شاہزادوں

ذی شان امیروں اور ہند کے راجہ مہاراجوں کا ہجوم دیکھ کر اور بھی دنگ رہ گیا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

نیک نِہاد خَلیق عَابِد سَخی حَرَم سَرا کَنیز کِتابت اَجر حَبّہ ہَدیہ طَبل بَار آخرت مَصَارِف خُفیہ جِلو نَفیری بَارگاہ

## ۷۔ میرا خدا میرے ساتھ ہے

از مؤلف

ہے ہمیشہ مری خدا پہ نظر | رات ہو دن ہو شام ہو کہ سحر
نہ اجالے میں ہے کسی کا ڈر | نہ اندھیرے میں کوئی خوف و خطر

کیوں کہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

شام کا وقت یا سویرا ہو | چاندنی ہو کہ گھپ اندھیرا ہو
مینھ نے آندھی نے مجھ کو گھیرا ہو | لیک پُر ہول دل نہ میرا ہو

کیوں کہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

جب کہ طوفان کا ہو سناٹا | سخت اندھیاؤ کا چلے جھونکا
جڑ سے پیڑوں کو دے اُکھیڑ ہوا | میرے دل میں نہ خوف ہو اصلا

کیوں کہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

ٹوٹ کر آسمان سے تارے | شب کو گرتے ہیں جیسے انگارے
وہم کرتے ہیں لوگ بیچارے | ہیں نہ گھبراؤں خوف کے مارے

کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

چاند سورج کا دیکھ کر گہنا | میرے ہمجولیوں کو ہے کھٹکا
لوگ کرتے ہیں خوف کا چرچا | پر مجھے اس کی کچھ نہیں پرواہ

کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

جب ستارہ طلوع ہو ادم دار | دم ہو ایسی کہ چھوٹتا ہے انار
سب پہ طاری ہوں خوف کے آثار | میرے بھاؤنیں مگر نہ ہوں زنہار

کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

میرے رستے میں ہو اگر میداں | یا پرانا کوئی کھنڈر سنسان
کوئی مرگھٹ ہو یا ہو قبرستان | نہ خطا ہوں وہاں مرے اوسان

کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

ہو بیابان میں گذر میرا | یا سمندر پہ ہو سفر میرا
دور رہ جائے مجھ سے گھر میرا | رہے پھر بھی قوی جگر میرا

کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

جب کہ دریا میں آئے طغیانی | اور ہاتھی ڈباؤ ہو پانی
پار کھیوا نہ ہو بہ آسانی | مجھ کو اندیشہ ہو نہ حیرانی

کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

لشکروں کی جہاں چڑھائی ہو | شہ سواروں نے باگ اٹھائی ہو

اور گھمسان کی لڑائی ہو | واں بھی ہیبت نہ مجھ پہ چھائی ہو
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

یاد کرو تلفظ اور معنی

ہَوْل پُرہَوْل اَصْلاً طَارِی طُغْیَانِی شَہ سَوار ہَیْبَت

## ۸۔ ایک پودا اور گھاس

ازمؤلف

اتفاقاً ایک پودا اور گھاس
باغ میں دونوں کھڑے ہیں پاس پاس
گھاس کہتی ہے کہ اے میرے رفیق
کیا انوکھا اس جہاں کا ہے طریق
ہے ہماری اور تمہاری ایک ذات
ایک قدرت سے ہے دونوں کی حیات
مٹی اور پانی ہوا اور روشنی
واسطے دونوں کے یکساں ہے بنی
تجھ پہ لیکن ہے عنایت کی نظر
پھینک دیتے ہیں مجھے جڑ کھود کر
کون دیتا ہے مجھے یاں پھیلنے
کھا لیا گھوڑے گدھے یا بیل نے
تجھ پہ منھ ڈالے جو کوئی جانور
اس کی لی جاتی ہے ڈنڈے سے خبر
اور پالے سے بچاتے ہیں تجھے
کیا ہی عزت سے بڑھاتے ہیں تجھے
چاہتے ہیں تجھکو سب کرتے ہیں پیار
کچھ پتا اس کا بتا اے دوست دار
اس سے پودے نے کہا یوں سر ہلا
"گھاس! سب بیجا ہے یہ تیرا گلا
مجھ میں اور تجھ میں نہیں کچھ بھی تمیز
صرف سایا اور میوہ ہے عزیز

فائدہ اک روز مجھ سے پائیں گے　　سایہ میں بیٹھیں گے اور پھل کھائیں گے

ہے یہاں عزّت کا سہرا اس کے سر
جس سے پہنچے نفع سب کو بیشتر

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

اِتفاقاً　طَرِیق　حَیات　تمیز　عَزِیز　بیشتر

## (۹) سُلطان جلال الدّین خلجی

۱۔ جلال الدین عہد بلبن کے سرداروں میں سے تھا جب بلبن کا پوتا کیقباد مے نوشی کی کثرت سے لقوہ اور فالج میں مبتلا ہو گیا تو جلال الدین تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد کوشک لعل میں گیا۔ جو سلطان بلبن کا دیوان خاص تھا وہاں پہنچ کر دستور قدیم کے موافق گھوڑے سے اتر پڑا۔ مقربان خاص میں سے ایک نے سبب پوچھا تو کہا۔ کہ "میں اس مکان کا ادب اس لئے کرتا ہوں کہ وہ میرے آقا کا بنوایا ہوا ہے۔ مجھے اپنی جان کے خوف سے مجبوراً بادشاہ بننا پڑا۔ ورنہ میں کہاں اور تختِ شاہی کہاں۔"

۲۔ وہ اپنے قدیم دوستوں سے ہمیشہ اسی بے تکلفی کے ساتھ ملتا رہا جو حصول سلطنت سے پہلے تھی۔ نہایت سادہ مزاج راستباز اور رحم دل آدمی تھا۔ یہاں تک کہ بعض اوقات اس کی رحمدلی

سلطنت کے نظم و نسق میں بھی خلل انداز ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک بار قلعۂ رنتھنبور کو فتح کرنے سے صرف اس واسطے چھوڑ دیا کہ بندگانِ خدا کا خون نہ بہے۔

۳۔ وہ اکثر موقعوں پر قہر و غضب کے بجائے احسان و مروت سے کام لیتا تھا۔ چنانچہ باغیوں کے ساتھ وہ سلوک کیا جو وفادار جاں نثار دوستوں کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ اس بادشاہ نے سلطان بلبن کے بھتیجے کو کڑا مانک پور جاگیر میں دے دیا تھا۔ مگر کسی سبب سے وہ باغی ہو گیا اور بادشاہی فوج سے مقابلہ کر بیٹھا۔

۴۔ آخرکار وہ اور اس کے رفقا گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں لائے گئے۔ اس خدا ترس رحم دل نے فوراً سب قیدیوں کی مشکیں کھلوا دیں۔ ان کو غسل کرایا۔ نیا لباس پہنایا۔ عطر لگایا اور نہایت لطف و عنایت سے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔

۵۔ جب آب و طعام سے فراغت پا چکے تو باغی جاگیردار کے رفیقوں سے خطاب کیا کہ " اگرچہ تم میری فوج سے لڑے ہو۔ مگر میں تمہاری اس وفاداری اور نمک حلالی سے نہایت خوش ہوا جو تم نے اپنے آقا کی رفاقت میں کی ہے۔" غرض اتنی خاطر و مدارات کی کہ وہ لوگ اپنے کردار سے بہت نادم اور منفعل ہوئے۔ اس کے بعد ان کا قصور معاف کیا۔ اور بلبن کے بھتیجے کو ملتان کے علاقے میں جاگیر دے کر رخصت کر دیا۔

• یاد کرو تلفظ اور معنی •

مَے نوشی جَلوَہ اَفروز آقا نظم وَنسق مرّوت رُفقار
تَقوہ کوشک رَاستباز خَلَل انداز جَاں نِثار
طَعام فالِج مقرّب نَظُم قَہر بَاغی مُنفعِل

# (۱۰) سُلطان فیروز

۱- فیروز کا باپ سلطان غیاث الدین کا حقیقی بھائی اور سپہ سالار تھا۔ ابھی فیروز کی عمر پورے سات برس کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ یتیم ہو گیا۔ مگر چچا نے اس کے سر پر دستِ شفقت رکھا۔ اور باپ سے زیادہ اس کی تعلیم و تربیت میں سعی فرمائی۔ آدابِ سلطنت اور آئین حکومت کے اسرار سے اس کو ماہر کیا۔

۲- جب اٹھارہ برس کا سن ہوا تو شفیق چچا نے بھی رحلت کی۔ اب چچازاد بھائی محمد تغلق بادشاہ ہوا۔ اس نے بھی اس نوجوان بھائی کے حال پر ہمیشہ نظرِ عنایت رکھی۔ یہاں تک کہ دم آخر وصیت کی کہ میرے بعد تاج و تخت کا وارث میرا عزیز اور لائق بھائی فیروز ہے۔

۳- دوسرے دن تمام امراء، علماء اور صلحاء اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تختِ سلطنت پر اجلاس کرنے کی درخواست کی۔ ملک فیروز نے جواب دیا کہ صاحبو! اوّل تو اس بارِ گراں کے اٹھانے کی مجھ میں قابلیت نہیں۔ دوسرے میرا قصد ہے

حج بیت اللہ کا۔ پس مجھ کو معاف رکھیئے۔"

۴۔ مگر جب لوگوں کا اصرار حد سے زیادہ پایا تو اٹھ کر وضو کیا۔ اور نہایت عجز و نیاز کے ساتھ دعا مانگی۔ کہ خدایا! "تیری اعانت کے بغیر کوئی کام سرانجام نہیں پا سکتا۔ میں اس بارِ عظیم کو محض تیری حفظ و حمایت کے بھروسے پر اٹھاتا ہوں تو ہی میری مدد کر۔" یہ کہہ کر تاجِ شاہی پہنا۔ مگر ماتمی لباس نہ اتارا۔ مقربانِ خاص نے تبدیل لباس کے لئے التماس کیا۔ تو فرمایا۔ کہ یہ اس شخص کے ماتم کا لباس ہے۔ جو میرا باپ، استاد، مُربی اور آقا تھا۔ ممکن نہیں کہ جاہ و سلطنت کی مسرت اس کی جدائی کے غم کو بھلا دے۔

۵۔ وہ بڑا رعایا پرور نیک منش اور رحمدل بادشاہ تھا۔ پہلا کام اس نے یہ کیا کہ تغلق کے زمانے کا زرِ تقاوی جو رعایا کے ذمہ واجب الادا تھا۔ یک لخت معاف کر دیا۔ ایک بار اس نے ملک سندھ پر فوج کشی کی تھی۔ سندھیوں نے شاہی فوج کی تباہی کا یہ سامان کیا کہ فصل ربیع کی زراعت جو تیار تھی خود برباد کر دی۔ جب یہ کیفیت معلوم ہوئی۔ تو فیروز شاہ نے دوسرے ملک سے غلہ خرید کر منگوا لیا اور حملہ جاری رکھا۔ اتفاق سے چار ہزار آدمی غنیم کے گرفتار ہو کر آگئے۔ اگرچہ ان لوگوں نے شاہی فوج کو فاقے سے مارنے کی تدبیر کی تھی، مگر اس فیاض نے ان کو خوب شکم سیر کھانا کھلایا۔

۶۔ یہ بادشاہ تکلف اور اسراف کو بہت ناپسند کرتا تھا۔ خود

بھی موٹے کپڑے عام آدمیوں کے سے پہنتا تھا۔ چاندی سونے کے ظروف اور جواہرات کے استعمال کی بھی ممانعت کردی تھی۔ اس نے نگرکوٹ سے چند فاضل پنڈت بلوا کر سنسکرت کی بعض کتابوں کا ترجمہ فارسی زبان میں کرایا تھا۔ اس کو عمارتوں کا بھی بڑا شوق تھا۔ سرائیں، خانقاہیں، مسجدیں اکثر بنوائیں۔ آبپاشی کے لئے نہریں کھدوائیں، بے شمار باغات لگوائے۔ کئی شہر آباد کئے۔ چنانچہ جونپور اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ بعض حرکات اس کی ایسی تھیں کہ جو اس کے ضعف عقل پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً فال شگون اور خواب کی تعبیر کا بڑا معتقد تھا اور اہلکاروں کی رشوت ستانی سے دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتا تھا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی
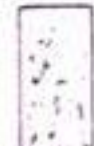
| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| یتیم | رِحلَت | صُلحا | تَقاوی | اَسرَاف تعبیر |
| وَصِیّت | مُربّی | یک لخت | ظرُوف | مُعتِقد مَاہر بَیتُ اللہ |
| نیک | منش | شکم سیر | خَانقاہ | رِشوت سِتانی شگون |
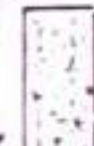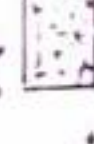
## (۱۱) کوشش کئے جاؤ
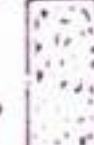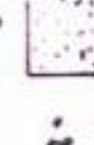
دکاں بند کر کے رہا بیٹھ جو ۔۔۔ تو دی اس نے بالکل ہی لٹیا ڈبو
نہ بھاگو کبھی چھوڑ کر کام کو ۔۔۔ توقع تو ہے خیر جو ہو سو ہو
کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!
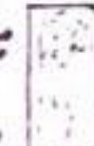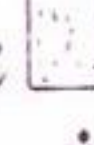
جو پتھر پہ پانی پڑے متصل — تو گھس جائے بے شبہ پتھر کی سِل
رہو گے اگر تم یونہی مستقل — تو اک دن نتیجہ بھی جائے گا مل
کیے جاؤ کوشش! مرے دوستو!
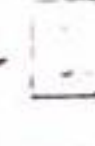
اگر طاق میں تم نے رکھدی کتاب — تو کیا دو گے کل امتحان میں جواب
نہ پڑھنے سے بہتر ہے پڑھنا جناب — کہ ہو جاؤ گے ایک دن کامیاب
کیے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

نہ تم ہچکچاؤ نہ ہرگز ڈرو — جہاں تک بنے کام پورا کرو
مشقت اٹھاؤ مصیبت بھرو — طلب میں جیو جستجو میں مرو
کیے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

جو تم شیر دل ہو تو مارو شکار — کہ خالی نہ جائے گا مردوں کا وار
مشقت میں باقی نہ رکھنا ادھار — جو ہمت کرو گے تو بیڑا ہے پار
کیے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

جو بازی میں سبقت نہ لیجاؤ تم — خبردار ہرگز نہ گھبراؤ تم
نہ ٹھٹکو نہ جھجکو نہ پچھتاؤ تم — ذرا صبر کو کام فرماؤ تم
کیے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

مقابل میں خم ٹھوک کر آؤ ہاں — پچھڑنے سے ڈرتے نہیں پہلواں
کرو پاس تم صبر کا امتحاں — نہ جائے گی محنت کبھی رائیگاں
کیے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

تردّد کو آنے نہ دو اپنے پاس — ہے بیہودہ خوف! اور بیجا ہراس

رکھو دل کو مضبوط قائم حواس ⁂ کبھی کامیابی کی چھوڑو نہ آس
کیے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

کرو شوق و ہمت کا جھنڈا بلند ⁂ کو داؤ اولوالعزمیوں کا سمند
اگر صبر سے تم سہو گے گزند ⁂ تو کہلاؤ گے ایک دن فتحمند
کیے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

یاد کرو تلفظ اور معنی

مُتَّصِل مُستَقِل سَبقَت اُولُوالعَزم سَمند گزَنَد

# ۱۲ نور جہاں بیگم

۱- اس بیگم کا نام مہرالنسا خانم تھا۔ جب شہنشاہ جہانگیر سے شادی ہوئی۔ نور محل اس کا لقب ہوا۔ پھر نور محل سے نور جہاں خطاب پایا۔ چنانچہ آج تک اسی نام سے مشہور و معروف ہے۔

۲- یہ بیگم ایران کے ایک معزز خاندان کی بیٹی تھی ایک زمانے میں اس کا دادا (خواجہ محمد) شاہ ایران کا وزیر تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے مرزا غیاث کا ستارہ کچھ ایسا نحوست میں آیا کہ روٹیوں کو محتاج ہو گیا۔ آخر تنگ آکر وطن کو ترک کیا۔ اور تلاش معاش کیلئے ہند کی جانب روانہ ہوا۔

۳- اثنائے راہ میں قندھار کے قریب اس کے ہاں یہ لڑکی پیدا پیدا ہوئی۔ اس پر دو دن کا فاقہ تھا ایسی مصیبت اور بے سامانی

کی حالت میں ماں باپ کو اس کی پرورش دوبھر معلوم ہوئی. ناچار کلیجے پر پتھر رکھ، اس لختِ جگر کو رستے میں ڈال آگے بڑھے. اس وقت تو اس لڑکی کی ولادت ان کو منحوس معلوم ہوئی. مگر یہ خبر نہ تھی کہ ایک دن یہ اقبال مند لڑکی ایک نامور عظیم الشان ملکۂ ہند بنے گی۔

۴۔ جب نورجہاں کے والدین اس کو جنگل میں چھوڑ کر آگے چلے تو پیچھے سے ایک قافلہ پہنچا اور اس معصوم کو یوں جنگل میں پڑا دیکھ کر ایک سوداگر کو ترس آیا وہ کفیل پرورش ہوا۔ اور اس کی ماں ہی سے کچھ ماہوار طے کر کے دودھ پلانے اور پالنے پر مقرر کیا۔

۵۔ غرض اس طور سے نورجہاں اور اس کے ماں باپ ہند میں پہنچے اور اسی سوداگر کے ذریعے سے جس نے لڑکی کی پرورش اپنے ذمے لی تھی، مرزا غیاث کی رسائی اکبر کے دربار تک ہوگئی۔ اس کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں نورجہاں کے باپ اور بھائی نے دربارِ شاہی میں بہت کچھ رسوخ حاصل کر لیا۔ اور اس کی ماں بے تکلف محل شاہی میں آنے جانے لگی۔

۶۔ جب نورجہاں جوان ہوئی تو اکبر نے اس کی شادی ایک ایرانی نوجوان شیر افگن سے کرا دی اور اس کو بردوان کا حاکم مقرر کر دیا۔ مگر جہانگیر کے عہد میں خود بادشاہ کے ایما سے شیر افگن مارا گیا۔ اور اس کی بیوہ شاہی محل میں داخل ہو کر بادشاہ کی ماں کی مصاحب مقرر ہوئی کچھ مدت کے بعد بادشاہ کے نکاح میں آئی اور ملکۂ نورجہاں کہلائی۔

۷۔ صورت اور سیرت کی خوبیوں کے علاوہ نہایت عاقل ہوشیار اور سلیقہ مند عورت تھی۔ اس نے بادشاہ کے مزاج کی بہت اصلاح کی۔ تندخوئی اور غصّے کو دھیما کیا۔ شراب کم کرادی۔ سلطنت کے کاروبار کو خود سنبھال لیا۔ روپیہ اور اشرفی کے سکّے میں بادشاہ کے نام کے ساتھ اس کا نام بھی شامل تھا۔ زیور۔ لباس اور کھانوں میں نئی نئی ایجادیں کیں۔ وہ بڑی شاعرہ لطیفہ سنج اور حاضر جواب تھی۔ گھوڑے کی سواری اور فنونِ سپہ گری میں بھی اس کو خوب مہارت تھی۔

۸۔ ایک روز بادشاہ مع بیگم کے شکارگاہ میں تھا۔ وہاں قراولوں نے چار شیر گھیر رکھے تھے۔ جس وقت شیر نظر آئے تو نورجہاں بیگم نے جو ہاتھی کی عماری میں سوار تھی۔ بادشاہ سے التماس کیا۔ اگر حکم ہو تو میں ان شیروں پر بندوق چلاؤں"۔ بادشاہ نے اجازت دی۔ ان میں سے دو کو بندوق کی دو گولیوں سے گرادیا۔ اور دو کا کام دو تیروں سے تمام کیا۔

۹۔ یہ پھرتی اور نشانہ بازی دیکھ کر بادشاہ کو بھی حیرت ہوئی۔ کہ چار نشانے پیہم لگائے جن میں سے ایک بھی خطا نہ ہوا۔ اسی وقت بادشاہ کے حکم سے ہزار اشرفیاں نثار کی گئیں اور ایک پہنچی الماس کی جس کی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی، اس کام کے صلے میں بیگم کو مرحمت ہوئی۔

۱۰۔ جب جہلم کے کنارے جہانگیر بادشاہ کو مہابت خاں نے قید کر لیا تھا تو بیگم نے تمام سرداروں کو بلاکر لعنت ملامت کی کہ "تم نے

اپنے جیتے جی اپنے آقا کو کیوں گرفتار ہو جانے دیا۔ پھر تمام فوج کو ساتھ لے کر بادشاہ کی رہائی کے لئے مہابت خاں کی سپاہ پر حملہ کیا۔

۱۱۔ بیگم خود تیر و کمان لے کر ہاتھی کے ہودہ میں بیٹھی۔ سب سے پہلے اپنا ہاتھی دریا میں ڈالا۔ اور لڑتی بھڑتی خیمہ گاہ تک پہنچی۔ مگر بدقسمتی سے اس کی فوج نے شکست کھائی۔ تمام سردار اور سپاہی بھاگ گئے یہ حال دیکھ کر خود بھی بادشاہ کے پاس قید میں چلی گئی اور وہاں پہونچ کر اپنی دانشمندی سے ایسا بند و بست کیا کہ بادشاہ کو مہابت خاں کی قید سے صاف چھڑا لیا۔

۱۲۔ جب جہانگیر مر گیا اور اس کے سہاگ بھاگ کا زمانہ ختم ہوا تو بارہ برس سوگ کی حالت میں کاٹے اور بعد انتقال بمقام لاہور اپنے شوہر کے پہلو میں مدفون ہوئی۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

| | | | |
|---|---|---|---|
| مُعَزَّز | عَظِیمُ الشَّان | اِیما | فُنُون |
| نِثار | کَفِیل | سِیرت | تُندخُوئی |
| صِلَہ | لَختِ جگر | مَعصُوم | لَطِیفہ سَنج |
| رُسُوخ | قَرَاوَل | مَدفُون | |

## (۱۳) دو ۲ مکھیاں

از مولف

| | |
|---|---|
| ایک مکھی کہ ہے بڑی احمق | فکرِ انجام اسے نہیں مطلق |
| کوتہ اندیش لالچی ناداں | دیتی پھرتی ہے مفت اپنی جاں |

گری شیرے پہ حرص کے مارے
آنکھ اس کے ہیے کی پھوٹ گئی
آخرش پھنس کے رہ گئی مکھی
ایک مکھی ہے سخت دور اندیش
اس پہ غالب نہیں ہوسناکی
کہیں مصری کی جب ڈلی پائی
گرچہ اس کام میں لگی کچھ دیر
سیر ہوتے ہی اڑ گئی، پھُر پھُر
کس مزے سے گذارتی ہے دن

پاؤں اور پر لتھڑ گئے سارے
اکھڑے بازو تو ٹانگ ٹوٹ گئی
کیا حماقت کی چاشنی چکھی
سوچ لیتی ہے کام کا پس و پیش
گرم پرواز ہے بہ چالاکی
تو بہ آہستگی اتر آئی
چاٹ کر ہو گئی مگر وہ سیر
دُور بینی کا اس کو یاد ہے گرُ
شکر کا گیت گاتی ہے بِھن بِھن

یاد کرو تلفظ اور معنی

اَنجَام کوتہ اَندیش دُور اَندیش ہَوَسناک دُوربینی

## (۱۴) کوئلے کی کان

۱۔ بعض ملکوں میں کان کھود کر ایک قسم کا کوئلہ نکالا جاتا ہے جو پتھر کا کوئلہ مشہور ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ پتھر نہیں۔ بلکہ نباتات کی قسم سے ہے۔ یورپ اور امریکہ کی اکثر ولایتوں میں یہ کوئلہ نکلتا ہے مگر نہایت عمدہ قسم کا کوئلہ انگلستان کا ہوتا ہے۔ انگلستان کے لئے اس کوئلہ کی کان گویا دولت کی کان ہے۔ تمام دخانی کلوں کے کارخانے اور دخانی کشتیاں اِسی کے وسیلے سے جاری ہیں۔ اور

چونکہ وہ سرد خطہ ہے۔ اس لئے کھانا پکانے اور مکان کو گرم رکھنے کے لئے بھی یہ کوئلہ کام دیتا ہے۔

۲۔ کوئلے کی کان کو کھودنے کو بڑی عقل و حکمت درکار ہے کلوں کے وسیلے سے کھودا اور نکالا جاتا ہے۔ اول ایک گہرا غار کوئلے کے مخزن تک کھودتے ہیں۔ پھر وہاں کا پانی کل کے وسیلے سے نکال کر باہر پھینک دیتے ہیں۔ اس کے بعد کوئلہ کھدنا شروع ہوتا ہے۔ بیچ میں کوئلہ کے ستون چھوڑتے جاتے ہیں تاکہ اوپر کی زمین بطور چھت کے قائم رہے ستون ایک دوسرے کے محاذی اور برابر فاصلے پر ہوتے ہیں۔

۳۔ جب دور تک اندر ہی اندر کان کھد جاتی ہے۔ تو نہایت خوبصورت گھر کے مانند معلوم ہوتی ہے۔ تمام کوئلہ ایک ہی جگہ نہیں ملتا بلکہ اس کی شاخیں اطراف زمین میں پھیلی ہوئی ملتی ہیں۔ اس لئے کان کے اندر مختلف سمتوں میں ستون اور حجرے بن جانے سے ایک بڑا شہر سا معلوم ہوتا ہے۔

۴۔ کان کے اندرونی رستے نہایت تیرہ و تار ہوتے ہیں وہاں نہ روزِ روشن کا اثر ہوتا ہے۔ نہ شب ماہ کی خبر۔ ہر دم اندھیرا گھپ رہتا ہے۔ اس لئے کام کرنیکے مقامات پر جابجا روشنی کا اہتمام رکھتے ہیں۔

۵۔ جب کان دور تک پہنچ جاتی ہے تو کوئلہ بیلوں اور گھوڑوں کے ذریعہ سے اس کے دہانے تک پہنچایا جاتا ہے۔ انھیں ستونوں کے اندر لدے لدائے جانور آتے جاتے ہیں۔ زمین کے نیچے ہی گھوڑے بیلوں کے لئے اصطبل اور تھان بناتے اور وہیں ان کے لئے دانہ چارہ پہنچاتے

ہیں صرف ہفتے کے روز جانوروں کو تعطیل ملتی ہے۔

۶۔ کان کے اندر کی ہوا نہایت خراب ہوتی ہے۔ اسلئے تازہ ہوا کل کے ذریعہ اوپر سے پہنچائی جاتی ہے۔ تھوڑی دور تک اس کے اندر چراغ لے جا سکتے ہیں مگر زیادہ اندر کی طرف چراغ یا آگ جائے تو ہوا مشتعل ہو کر تمام کان کو اڑا دے۔ اور جو اسکے اندر ہو۔ اس کی وہیں قبر بنا دے۔

۷۔ کبھی کبھی آتش زدگی کا حادثہ بھی ہو جاتا ہے۔ اس وقت بڑا دھماکہ ہوتا ہے اور بہت سے کام کرنے والے دب کر مر جاتے ہیں۔ زمانۂ سابق میں ایسے حادثے اکثر ہوا کرتے تھے۔ مگر اب تو مدت سے ایک قسم کی محفوظ لالٹین خاص کان کے اندر کام کرنے کے لئے ایجاد ہو گئی ہے جس میں آگ لگ جانے کا اندیشہ نہیں۔

۸۔ ہندوستان میں بھی ضلع بردوان و سلہٹ کے علاقے میں کافی کوئلہ نکلتا ہے۔ جو ریل کے انجنوں میں جلایا جاتا ہے اگر یہ قدرتی کوئلہ نہ ملتا تو لکڑی بہت ہی گراں ہو جاتی۔ غرض کوئلہ بھی ایک قدرتی دولت ہے۔ جو تہ زمین کے اندر دھات اور جواہرات کی طرح مدفون ہے

| یاد کرو تلفظ اور معنیٰ | نباتات | تیرہ | تار | مخزن |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| | مشتعل | شجرہ | محاذی | آتشزدگی |

## (۱۵) دُمدار ستارے

۱۔ کبھی کبھی آسمان میں دُمدار ستارہ نظر آتا ہے جس کو دیکھ کر

عام لوگ خوف کرتے اور اپنی خام خیالی سے اس کو قحط وبا یا انقلاب حکومت یا کسی ایسے ہی بڑے حادثے کا موجب سمجھتے ہیں۔

۲۔ ستارہ شناسوں نے دریافت کیا ہے کہ اس قسم کے ستارے آفتاب کے احاطے میں ۵۰۴ کے قریب ہیں۔ جو کبھی تو آفتاب کے نہایت قریب سے گزرتے ہیں گویا اس کے اندر داخل ہو جائیں گے اور کبھی نہایت دور فاصلے پر نکل جاتے ہیں۔

۳۔ ان کے ساتھ ایک نورانی دُم لگی رہتی ہے۔ جو آفتاب کی حرارت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے جب وہ قریب آفتاب کے پہنچتے ہیں تو دُم بڑی نظر آتی ہے اور جس قدر دوری ہوتی جاتی ہے اسی قدر دُم کا حجم گھٹتا جاتا ہے۔

۴۔ ان کی روشنی ذاتی نہیں، بلکہ وہ سورج کی روشنی سے چمکتے نظر آتے ہیں۔ ان کا دورہ بھی مدتہائے دراز کے بعد ہوتا ہے، بعض دمدار ستارے ننّو سو اسو سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصے کے بعد نظر آتے ہیں۔

۵۔ بعض علمائے ہیئت نے دُمدار ستاروں کی نسبت بڑی تحقیقات کی ہے اور ان میں سے بعض کے طلوع و غروب کا ٹھیک زمانہ بھی معلوم کر لیا ہے۔

۶۔ غرض ساحت افلاک میں جتنے اجرام انسان کو نظر آتے ہیں۔ ان تمام میں زیادہ تعجب خیز اور حیرت انگیز یہ ہی دُمدار ستارے ہیں۔ مگر

لوگوں نے جو بڑے آثار ان سے منسوب کر رکھے ہیں وہ نرا وہم ہے جس کی اصل کچھ نہیں۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

خام خیالی بُعد مُتعیّن اَفلاک تعجُّب خیز آثار
اِنقلاب جِرم ساخت اَجرام حیرت انگیز منسوب

## (۱۶) اشعارِ ذوق

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا
جو آپ ہی مر رہا ہو اس کو گر مارا تو کیا مارا

نہ مارا آپکو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدھا و شیر نر مارا تو کیا مارا

ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثل قلقل مینا
کسی نے قہقہہ اے بے خبر مارا تو کیا مارا

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

دل بدخواہ میں تھا مارنا یا چشم بد بیں میں
فلک پر ذوق تیر آہ گر مارا تو کیا مارا

یاد کرو تلفظ اور معنی

بِیدادگر اَمّارَہ نِہنگ قُلقُل ومِینا بَدبِیں

## (۱۷) قوّتِ کہربائی یا برق یا بجلی

۱۔ مکتبوں میں بعض لڑکے یہ کھیل کھیلا کرتے ہیں۔ کہ کبوتر یا کسی اور جانور کا تازہ پَر لے کر اس کو تختی یا سلیٹ پر رکھتے ہیں۔ ایک ہاتھ سے اسکی ڈنڈی دبا کر دوسرے ہاتھ کی انگلیاں جلدی جلدی اس کے اوپر چند بار رگڑتے ہیں۔ ایسا کرنے سے پَر کا رواں رواں کھل جاتا ہے۔

۲۔ اس وقت ایک باریک سوت کا ٹکڑا تھوڑی دور سے اس پَر کو دکھائیں تو وہ دوڑ کر اس کو چمٹ جاتا ہے۔ اگر اس حالت میں پَر کو دیوار سے لگا دیں تو اس کا ہر ایک ریشہ دیوار کو پکڑ لیتا ہے۔

۳۔ تم شیشے کو اون کے کپڑے یا خشک ہاتھ پر رگڑ کر سوت یا کاغذ کا ہلکا سا ٹکڑا اس کے قریب لاؤ تو وہی تماشا نظر آئے گا جو پَر کے رگڑنے سے نظر آیا تھا۔ یہی قوت مقناطیس میں ہوتی ہے جو لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

۴۔ تم یہ تماشا دیکھ کر غالباً تعجب کرو گے کہ یہ کیسا طلسم اور کیسا شعبدہ ہے! حقیقت میں نہ تو یہ طلسم ہے اور نہ شعبدہ بلکہ ایک قدرتی خاصّہ ہے۔ جس سے تم ناواقف ہو۔ اسی کو قوتِ کہربائی یا برق یا بجلی کہتے ہیں۔

۵۔ اہلِ تحقیق نے دریافت کیا ہے کہ زمین و ہوا اور تمام اشیا کے اندر جو ان میں ہیں۔ ایک نہایت لطیف چیز پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن ہر چیز میں وہ ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض چیزوں میں کبھی کبھی اس کا جلوہ بڑی چمک دمک سے نظر آتا ہے۔

۶۔ برق کے خواص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر وہ ایک شے میں زیادہ اور دوسری میں کم ہو اور وہ دونوں چیزیں متصل ہو جائیں تو فوراً ایک میں سے نکل کر وہ دوسری میں داخل ہوتی ہے۔ تاکہ دونوں جسموں میں اس کی مقدار مساوی ہو جائے جب اس کی موج رواں ہوتی ہے تو ایک چیز سے دوسری میں سرایت کرتی ہے۔ اس وقت ایک تیز روشنی اور مہیب آواز پیدا ہوتی ہے۔

۷۔ دو ایسے بادل جن میں برق کم و بیش ہو جب قریب ہوتے ہیں تو تم چمک اور کڑک معلوم کرتے ہو۔ جس وقت بجلی ابر سے زمین کی کسی چیز میں یا زمین کی چیز سے بادل میں داخل ہوتی ہے تو یہی تماشا اس وقت بھی ظہور میں آتا ہے۔

۸۔ اس قوّت کی خاصیتیں زیادہ تر اسی صدی میں دریافت ہوئی ہیں۔ اور ان کے معلوم ہو جانے سے چند ایسی مفید اختراعات ہوئی ہیں جو انسان کے لئے بغایت کارآمد ہیں۔ تار برقی کا سا جال جو اب دنیا کے اکثر حصوں میں پھیلا ہوا ہے اور جس کے ذریعہ سے دَم دَم کی خبریں دور دراز ملکوں کی معلوم ہو جاتی ہیں۔ وہ اسی قوّت

کی برکت کا ظہور ہے۔

۹۔ ایک اور آلہ ایجاد ہوا ہے جس کی وساطت سے سیکڑوں کوس تک آواز پہنچ جاتی ہے اور باہم بات چیت ہو سکتی ہے ایک اور آلہ ہے جس کے وسیلے سے آدمی کے الفاظ بجنسہٖ محفوظ رہتے ہیں۔ جب چاہو اس میں سے وہی بات سن لو جو برسوں پہلے کہی گئی تھی بعض بیماریوں کے معالجہ میں بھی قوّتِ برقی سے کام لیا جاتا ہے۔

۱۰۔ غرض قدرتی خزانے انھیں معمولی چیزوں میں دبے پڑے ہیں۔ جس قدر انسان ان سے وقوف و شعور حاصل کرتا ہے اسی قدر فیض و فائدہ اٹھاتا ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| مُعالجہ | اِختراعات | خواص | خاصہ | مقناطیس |
| سرایت | غایت | مساوی | لطیف | طلسم |
| وساطت | بجنسہٖ | مُہیب | برق | شعبدہ |

## (۱۸) اشعارِ رند

ہیں یہ سارے جیتے جی کے واسطے — کون مرتا ہے کسی کے واسطے

آدمی سہتا ہے کیا کیا ذلتیں — نفس مردودِ شقی کے واسطے

کیوں دیئے ہیں تو نے قسام ازل — رنج لاکھوں ایک جی کے واسطے

غم نے اس درجہ کیا دل میں ہجوم — جا نہیں ہے خرمی کے واسطے

رنج واندوہ وملال و درد وغم　|　صدمے ہیں یہ آدمی کے واسطے
بےکسی میرے لئے پیدا ہوئی　|　میں بنا ہوں بیکسی کے واسطے
کیجئے ہردم عبث تن پروری　|　اے اجل! کس زندگی کے واسطے

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

نَفْس　شَقِی　خُرَّمِی　مَلال
مَرْدُود　قَسّامِ اَزَل　اَنْدُوہ　اَجَل

## (۱۹) کفایت شِعاری

۱۔ بعض آدمیوں کو اپنے بزرگوں کی میراث اس قدر مل جاتی ہے کہ وہ اس کی آمدنی سے بغیر محنت کئے اپنا گزارہ بخوبی کر سکتے ہیں۔ لیکن دنیا میں زیادہ تر ایسے آدمی ہیں جو اپنی ذاتی محنت کی اجرت سے بسر کرتے ہیں۔

۲۔ میراث کی آمدنی یا اپنی محنت کی اجرت سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو نیک چلن اور دور اندیش ہوتے ہیں۔ کیونکہ نیک چلنی انسان کو معاش پیدا کرنے پر آمادہ کرتی اور دور اندیشی خرچ کرنے کا طریقہ سکھاتی ہے۔

۳۔ دُور اندیش آدمی آمد اور خرچ کو اپنی نظر میں رکھتا ہے وہ آگے اور پیچھے دونوں طرف دیکھتا رہتا ہے۔ وہ بے ضرورت خرچ کرنے کو سخت گناہ جانتا ہے۔ اگر آمدنی کم ہوتی ہے تو اپنی ضرورتوں کو مختصر

کر دیتا ہے۔ حتی الامکان کچھ نہ کچھ بچا تا ہے تاکہ بیکاری۔ بیماری۔ قحط اور اتفاقی ضرورتوں کے وقت کام آئے وہ موقع پر دوسرے کی دستگیری کرتا ہے۔ ایسا آدمی کفایت شعار کہلاتا ہے۔

۴۔ جو شخص کم فہم اور کوتہ اندیش ہیں۔ وہ آگا پیچھا کچھ نہیں دیکھتے نہ آمد کی خبر رکھتے ہیں نہ خرچ کی۔ وہ ضروری اور فضول کاموں میں کچھ تمیز نہیں کرتے۔ صرف موجودہ حالت کو دیکھتے ہیں۔ بچوں کی طرح اپنی ہوا و ہوس پوری کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ اتفاقی ضرورتوں کے واسطے کچھ نہیں بچاتے اس لئے بہت جلد مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ فضول خرچ یا مسرف کہلاتے ہیں۔

۵۔ کفایت شعاری اختیار کرنے اور فضول خرچی سے بچنے کے لئے چند باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اپنی آمد و خرچ کا حساب رکھو۔ بیجا خرچ سے فوراً ہاتھ روک لو۔ کوئی شے (کیسی ہی ارزاں ہو) بلا ضرورت ہرگز نہ خریدو۔ جو خرچ محض شیخی جتانے، فخر کرنے اور اترانے کی غرض سے کئے جاتے ہیں ان میں ایک خرمہرہ کا اٹھا دینا بھی گناہ سمجھو۔ جو کچھ خریدو نقد داموں سے خریدو۔ قرض کے طور پر کوئی چیز ہرگز نہ لو۔ اگرچہ تھوڑی دیر کے واسطے ہو۔

۶۔ غریب آدمی جو اپنی محنت کی اجرت سے گزران کرتے ہیں اگر وہ کفایت شعاری کے طریقے پر چلتے اور اپنی آمد میں سے کچھ پس انداز کرتے رہتے ہیں تو ایک دو نسلوں کے بعد ان کی اولاد اچھی خاصی دولتمند بن جاتی

ہے اسی طرح جو دولتمند فضول خرچی کی بلائیں مبتلا ہو جاتے ہیں وہ بہت جلد مفلس اور تہیدست ہو کر گداگری یا بدمعاشی کرنے لگتے ہیں۔

۷۔ اکثر غریب آدمی ایسے ہیں جو کفایت شعاری کر کے کچھ پس انداز کر سکتے ہیں۔ مگر اس کے محفوظ رکھنے کا موقع ان کو میسّر نہیں۔ ایسے لوگوں کی آسانی کے واسطے سرکار نے ہر ڈاک خانے میں امانت رکھنے کا انتظام کر دیا ہے۔ کم سے کم چار آنے تک وہاں جمع ہو سکتے ہیں۔ ساڑھے تین روپے فیصدی منافع بھی ملتا ہے۔ جمع کی ہوئی رقم میں سے ہفتے میں ایک بار (جس قدر چاہو) واپس لے سکتے ہو۔ روپیہ جمع کرنے والے کو ایک کتاب مل جاتی ہے۔ اس میں وصول باقی کا حساب لکھا جاتا ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

مِیراث کفَایت شِعار مُسْرِف مُبتَلا پس اَنداز
حتّیَ الاِمکان ہَوَا خَرمُہرہ تہیدَست

## (۲۰) حکایت

۱۔ ایک جھینگر جاڑے کی فصل میں سردی اور فاقے کی تکلیف سے عاجز آکر شہد کی مکھیوں کے پاس بھیک مانگنے گیا۔ اور نہایت منّت و زاری سے کہنے لگا "اے خوش قسمت مکھیو! خدائے تعالیٰ نے تم کو خالص شہد کا اتنا ذخیرہ عطا کیا ہے کہ مزے سے میٹھی نوش کرتی ہو۔ اگر دو چار قطرے اس بے نوا عاجز کو خیرات کے طور پر دے دو گی۔ تو تم کو بڑا ثواب ہو گا۔"

۲۔ شہد کی مکھیوں میں سے ایک مکھّی نے پوچھا "میاں مچھّر بہار کی فصل میں تم نے اتنی معاش کیوں نہ پیدا کی۔ جو خزاں کے موسم میں تمہارے کام آتی اور یوں دربدر بھیک مانگتے نہ پھرتے۔" مچھّر نے جواب دیا "بی مکھی! میں نے سخت غفلت کی کہ بہار کا سارا موسم رقص و سرود اور عیش و نشاط میں صرف کر دیا۔ جاڑے کی مصیبت کا کچھ خیال نہ کیا۔ اب حسرت کے سوا کچھ علاج نہیں۔"

ایّام مصیبت کے تو کاٹے نہیں کٹتے!
دن عیش کے گھڑیوں میں گزر جاتے ہیں کیسے

۳۔ مکھّی نے کہا "ہمارا طور طریق اور، تمہارا اور۔ ہم گرمی کے موسم میں نہایت محنّت مشقت سے جاڑے کے واسطے ذخیرہ جمع کرتے ہیں۔ ایک لمحہ بیکار نہیں کھوتے جب سخت جاڑا پڑتا ہے اور درختوں کے پتے تک جھڑ جاتے ہیں۔ ہم آرام و اطمینان سے بیٹھے اپنے چھتے میں شہد کھایا کرتے ہیں۔ نہ فاقہ کرتے ہیں۔ نہ کسی کا احسان اٹھاتے ہیں۔ تم نے کام کے دن گانے بجانے میں گنوا دیئے۔ اسی لئے آج گدائی کرتے اور مصیبت بھرتے ہو۔"

جنھیں دی ہے خدا نے عقل دانا ہے ان کو آج ہی سے فکر کل کی
مسافر چل پڑا جو آخر شب تو ہو جاتی ہے منزل اس کی ہلکی

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ: بے نوا، خزاں، سُرود، شیوہ، ثواب، رقص، نِشاط

# (۲۱) آم کی تعریف

## از آرائش محفل

کیوں درختوں میں نہ ہو وہ سر بلند
اسکا پھل شاہ و گدا کو ہے پسند

ہند کے سب میووں کا سردار ہے
رونق ہر کوچہ و بازار ہے

جو صفاہانی اسے اک بار کھائے
میوے صفاہاں کے سبھی بھول جائے

اور مٹھائی جو کبھو اک ذری
کھائیے اک بار تو پھر جائے جی

آم میں اک حلاوت ہے عجب
رہتی اس کی تو ہمیشہ ہے طلب

پیٹ بھرے جی نہ پر اس سے بھرے
آدمی پھر کھائے نا۔ تو کیا کرے

ہوتا ہے شیریں تو بہت یاں کا
لیک ہے ٹپکے کا بھی طرفہ مزا

میووں میں ہے فوقیت اسکے تئیں
باغ میں پھر کیوں نہ ہو بالانشیں

شوخ یہ سیندوریئے کا رنگ ہے
سیب سمرقند بھی یاں دنگ ہے

میووں میں ہے بس وہی ہر دلعزیز
سیب غلام اس کا، بہی اسکی کنیز

یاد کرو یہ لفظ اور معنی

سَربُلند صَفاہاں حَلاوت طُرفہ کَنیز سَمَرقَند

# (۲۲) محنت سونے سے بہتر ہے

۱۔ ایک زمانے میں یورپ کے باشندے جنوبی امریکہ کو اس مدّعا سے جایا کرتے تھے کہ کانہائے سیم و زر کے کھودنے میں اپنی قسمت آزمائی

کریں۔ یہی ہوس ملک اسپین کے ایک باشندے کو دامنگیر ہوئی۔ اوّل اپنے بڑے بھائی سے اپنا منصوبہ بیان کیا اور اصرار کے ساتھ درخواست کی کہ آپ میرے ہمراہ چلیں۔ جو دولت ہاتھ آئے گی بحصّہ مساوی باہم تقسیم کرلیں گے۔

۲۔ بڑا بھائی نہایت قانع اور دور اندیش آدمی تھا۔ اس نے تمام نشیب و فراز کو سمجھا کر کہا کہ "اس راہ میں کامیابی کی توقع بہت کم ہے"۔ لیکن چھوٹے بھائی پر جب اپنی نصیحت کا کچھ اثر نہ دیکھا تو ناچار اس کی رفاقت پر آمادہ ہوگیا۔ اور کہا کہ "میں تمہاری دولت میں شرکت نہیں چاہتا۔ مجھ کو صرف اتنی اجازت دو کہ کچھ اسباب و آلات اور میرے چند نوکر ساتھ چلیں"۔ اس نے یہ بات مان لی۔ اور جب اس بات کا اطمینان ہوگیا کہ بڑا بھائی ساتھ چلے گا تو اس نے سفر کی تیاری شروع کردی اور خوشی خوشی اپنا تمام مال و اسباب اور جائداد بیچ کھوچ کر ایک جہاز خریدا۔

۳۔ جب یہ خبر مشہور ہوئی تو چند اور بوالہوس بھی جو اسی طرح مال و دولت کے حریص تھے اس کے ہمسفر بنے۔ بڑا بھائی بھی تمام آلات کاشتکاری اور غلّہ اور ترکاریوں کے تخم جو بوریوں میں بند تھے لایا اور اپنے چند ملازموں سمیت اس کے جہاز پر جا سوار ہوا۔ اگرچہ اس انگڑ کھنگڑ کا لے جانا چھوٹے بھائی کو محض فضول نظر آتا تھا۔ مگر اس اقرار کے بموجب جو پہلے ہوچکا تھا۔ عذر و انکار مناسب نہ سمجھا۔

۴۔ اب جہاز روانہ ہوا اور خدا کے فضل سے ہوا ایسی موافق آئی کہ بغیر کسی حادثہ اور مصیبت کے اس بندرگاہ پر جا لگا جہاں کا عزم کر کے چلے تھے۔ سب مسافر بخیر و عافیت خشکی میں اُترے۔ بڑے بھائی نے کچھ بھیڑیں اور بیل خریدے اور مع اپنے نوکروں اور آلات و اسباب کے ایک عمدہ قطعہ آراضی میں جو ساحلِ بحر سے ملحق تھا۔ قیام کیا اور چھوٹے بھائی سے کہہ دیا کہ "میں یہاں نہ تو بود و باش کرنے آیا ہوں نہ دولت کی طمع مجھ کو لائی ہے۔ بلکہ صرف تمہاری رفاقت کی غرض سے آیا ہوں۔ جب تم سونا لے کر آجاؤ گے تو میں تمہارے ساتھ وطن کو واپس چلوں گا۔

۵۔ سونے کے مشتاقوں نے کان کھودنے والے مزدور نوکر رکھے اور سب سامان ضروری مہیّا کر کے اس نواح کا قصد کیا۔ جہاں سونا نکلتا تھا۔ اثنائے سفر میں چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی سمجھ پر افسوس کر کے اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ "دیکھو حضرت نے بیل اور بھیڑیں خریدی ہیں۔ پردیس میں آکر کاشتکاری کا کھڑاک پھیلایا ہے۔ ہم تو اپنا عزیز وقت یوں اکارت کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگر قسمت نے یاوری کی تو اتنا کما لائیں گے کہ کئی پشت تک کافی ہوگا۔" سب رفیقوں نے اس کی فراست اور ہمّت پر آفریں کی لیکن ایک پیر مرد نے سر ہلا کر کہا: "میاں! تمہارا بھائی ایسا نہیں ہے۔ جیسا تم خیال کرتے ہو وہ نہایت عاقبت اندیش آدمی ہے۔"

۶۔ غرض یہ قافلہ دریاؤں کو عبور کرتا۔ دشوار گذار دروں سے گذرتا سخت بارش اور تیز دھوپ کی تکلیفیں اٹھاتا جابجا کانِ زر کی جستجو میں پھرتا رہا۔ آخر "جوئیندہ یابندہ" ایک جگہ سونا بافراط نکلا۔ اس کامیابی نے ایسا مسرور کیا کہ جس قدر کلفتیں اٹھائی تھیں سب فراموش ہوگئیں۔ مدّت تک وہاں کام جاری رکھا لیکن غلّے کا ذخیرہ تھوڑا تھا۔ اس لئے خوراک میں کمی کرنی پڑی اور جب غلّہ بالکل نبڑ گیا تو بھی ان لوگوں نے دولت کی خوشی میں ہمت نہ ہاری جنگل کی جڑی بوٹی کھا کر دن کاٹے اور جتنا سونا جمع کیا تھا۔ اس کو لے کر بندرگاہ کی طرف جوں توں کرکے مراجعت کی۔ لیکن فاقے کی صعوبت سے چند ہمراہی اثنائے راہ میں راہئ عدم ہوگئے۔

۷۔ اس عرصے میں بڑے بھائی نے اپنے نوکروں کی اعانت سے زراعت کا ڈول ڈالا۔ اس کی سعی ومحنت نے جس کے ساتھ سلیقہ اور تجربہ بھی شامل تھا اس ویرانہ جنگل کو باغ وبہار اور لالہ زار بنا دیا۔ خدا کی عنایت سے فصل اچھی ہوئی۔ ہر جنس کا غلّہ اور ہر قسم کی ترکاریاں افراط سے پیدا ہوئیں۔ بھیڑوں نے اتنے بچّے دیئے کہ ایک بڑا گلّہ ہوگیا دودھ، مکھن اور پنیر کی کچھ کمی نہ رہی اس کے نوکروں نے وقت فرصت میں سمندر کی مچھلیوں کا شکار کیا۔ اور نمک کھود کر کے ایک انبار جمع کرلیا۔

۸۔ جب چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے پاس پہنچا تو اس کی اور اس

کے باقی ماندہ ہمراہیوں کی حالت بہت نازک تھی۔ دوروز سے فاقہ پر فاقہ کیا تھا۔ پہلی بات جو اس مصیبت زدہ گروہ نے کہی وہ کھانے کا سوال تھا۔

۹۔ بڑے بھائی نے ان کے واپس آنے سے خوشی تو ظاہر کی اور ان کو زندہ و سلامت پہنچنے کی مبارک باد بھی دی۔ مگر کھانے کا سوال سُن کر ایسا روکھا جواب دیا۔ جو رشتہ داری اور ہم وطنی ہی کے خلاف نہ تھا بلکہ انسانیت اور خدا ترسی سے بھی ظاہراً بعید معلوم ہوا۔ اس نے کہا "سنو صاحبو! اب تمہاری دولت سے مجھ کو کچھ سروکار نہیں تو میری کمائی سے تم کو کیا واسطہ؟ جو دانہ دُنکا میں نے اپنی قوتِ بازو سے پیدا کیا ہے۔ میں کیوں مفت دوں۔ اگر تم کو ایسی ہی احتیاج ہے تو سونا دو اور کھانا لو۔"

۱۰۔ اس کج خلقی۔ نامہربانی اور بے رحمی پر ان لوگوں کو بڑا طیش آیا۔ مگر بھوک کے مارے لبوں پر دم آرہا تھا۔ ناچار سونے کی ڈلیاں دے کر خریدا اور اپنی جان بچائی۔ اسی طور سے ہر روز خرید و فروخت کا معاملہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کا تمام سونا حوائج ضروری کے بہم پہنچانے میں صرف ہو گیا۔

۱۱۔ جب بڑے بھائی کو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا سرمایہ سب ختم ہو چکا ہے۔ تو کہا "آج کل موسم اچھا ہے۔ ہوا بھی موافق چل رہی ہے بہتر ہے کہ یہاں سے جہاز کا لنگر اٹھاؤ۔ اور وطن پہنچ کر اہل و عیال

کی خبر لو۔ خدا جانے ان پر کیا گذری اور تمہارے انتظار میں ان بیچاروں کا کیا حال ہوا“

۱۲۔ چھوٹے بھائی نے نہایت ملول ہو کر جواب دیا کہ ”جو کچھ اپنی جان کھپا کر اور صعوبتیں اٹھا کر ہم نے کمایا وہ تو سب کا سب آپ کی نذر کر چکے۔ اب خالی ہاتھ کیا جائیں۔ اور یگانوں اور بیگانوں کو کیا منہ دکھائیں؟ اور تم جیسے سنگدل آدمی کے ساتھ جانے سے تو یہیں مر رہنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔

۱۳۔ یہ رنج آمیز اور مایوسانہ باتیں سن کر بڑا بھائی ہنستا ہوا اٹھا اور سارا سونا لا کر چھوٹے بھائی اور اس کے ساتھیوں کے حوالے کر دیا۔ اور کہا ”لو تمہاری دولت تم کو مبارک ہو۔ میں اس کا خواستگار ہرگز نہیں ہوں۔ جو بے مروتی اور کج ادائی میں نے برتی اس میں یہ مصلحت تھی کہ تم اپنی غلطی سے متنبہ ہو جاؤ۔ اور ہمیشہ اس نصیحت کو یاد رکھو کہ ”محنت سونے سے بہتر ہے“

۱۴۔ آخر کار سب لوگ خوش و خرم اپنے وطن کو روانہ ہوئے۔ چھوٹے بھائی نے گھر پہنچ کر چاہا کہ اپنے سونے میں سے نصف حصہ بڑے بھائی کو دے۔ مگر اس عالی ہمت نے پھر وہی جواب دیا۔ ”محنت سونے سے بہتر ہے“

یاد کرو تلفظ اور معنی

اِضرار آلات مُلحق فِراست صَعُوبَت کج خُلقی

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| فارغ | بوالہوس | مہیا | عبور | اتنا | حوائج | نشیب |
| اراضی | نواح | جوئندہ یابندہ | انبار | اہل و عیال | | |
| فراز | ساحل | یاوری | مراجعت | خدا ترسی | متنبہ | |

## ۲۳ بارش کا پہلا قطرہ

از مؤلف

گھنگھور گھٹا تلی کھڑی تھی — پر بوند ابھی نہیں پڑی تھی
ہر قطرہ کے دل میں تھا یہ خطرہ — ناچیز ہوں میں غریب قطرہ
ترمجھ سے کسی کا لب نہ ہوگا — میں اور کی گوں نہ آپ جوگا
کیا کھیت کی میں بجھاؤں گا پیاس — اپنا ہی کروں گا ستیاناس
آتی ہے برسنے سے مجھے شرم — مٹی پتھر تمام ہیں گرم
خالی ہاتھوں سے کیا سخاوت — پھیکی باتوں میں کیا حلاوت
کس برتے پہ میں کروں دلیری — میں کون ہوں ؟ کیا بساط میری
ہر قطرہ کے دل میں تھا یہی غم — سرگوشیاں ہو رہی تھیں باہم
کھچڑی سی گھٹا میں پک رہی تھی — کچھ کچھ بجلی چمک رہی تھی !
اک قطرہ کہ تھا بڑا دلاور ! — ہمت کے محیط کا شناور
فیاض و جواد و نیک نیت — بھڑکی اس کی رگِ حمیت
بولا للکار کر کہ "آؤ !" — میرے پیچھے قدم بڑھاؤ
کر گزرو جو ہو سکے کچھ احسان — ڈالو مردہ زمین میں جان
یارو ! یہ ہچر مچر کہاں تک — اپنی سی کرو بنے جہاں تک

مل کر جو کرو گے جانفشانی
میدان پہ پھیر دو گے پانی
کہتا ہوں یہ سب سے برملا میں
آتے ہو تو آؤ " لو چلا میں "
یہ کہہ کے وہ ہو گیا روانا
دشوار ہے جی پہ کھیل جانا
ہر چند کہ تھا وہ بے بضاعت
کی اس نے مگر بڑی شجاعت
دیکھی جرأت جو اس سخی کی
دو چار نے اور پیروی کی
پھر ایک کے بعد ایک لپکا
قطرہ قطرہ زمیں پہ ٹپکا
آخر قطروں کا بندھ گیا تار
بارش لگی ہونے موسلا دھار
پانی پانی ہوا بیابان
سیراب ہوئے چمن خیابان
تھی قحط سے پائمال خلقت
اس مینھ سے ہوئی نہال خلقت
جرأت قطرہ کی کر گئی کام
باقی ہے جہاں میں آج تک نام
اے صاحبو! قوم کی خبر لو
قطروں کا سا اتفاق کر لو
قطروں ہی سے ہو گی نہر جاری
چل نکلیں گی کشتیاں تمہاری

یاد کرو تلفظ اور معنی

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| بِساط | مُحِیط | جَوّاد | جَانفشانی | سَیراب |
| سَرگوشی | شناور | حَمیّت | بِضاعت | خیابان |

| | | |
|---|---|---|
| (۲۴) | **اچھّا زمانہ آتا ہے** | از مؤلف |

تنے گا مسرت کا اب شامیانہ
بجے گا محبت کا نقار خانہ
حمایت کا گائیں گے مل کر ترانہ
کرو صبر۔ آتا ہے اچھّا زمانہ

نہ ہم روشنی دن کی دیکھیں گے لیکن
رُکے گا نہ عالم ترقی کئے بن
چمک اپنی دکھلائیں گے اب بھلے دن
کرو صبر۔ آتا ہے اچھا زمانہ

زبانِ قلم سیف پر ہوگی غالب
کہ محکوم حق ہوگا دنیا کا قالب
دبیں گے نہ طاقت سے پھر حق کے طالب
کرو صبر۔ آتا ہے اچھا زمانہ

زمانہ نسب کو نہ پوچھے گا ہے کیا
اسی کو بڑا سب سے مانے گی دُنیا
مگر وصف ذاتی کا ڈنکا بجے گا
کرو صبر۔ آتا ہے اچھا زمانہ

لڑائی کو انسان سمجھیں گے ڈائن
مشیخت کی خاطر اڑے گی نہ گردن
تفاخر یہ ہوگی نہ قوموں میں اَن بَن
کرو صبر۔ آتا ہے اچھا زمانہ

عقیدوں کی مٹ جائیگی سب رقابت
مگر ان کی بڑھ جائیگی اور طاقت
مذاہب کو ہوگی تعصّب سے فرصت
کرو صبر۔ آتا ہے اچھا زمانہ

کریں سب مدد ایک کی ایک ملکر
لگے ہاتھ سب کا تو اُٹھ جائے چھپّر
یہی بات واجب ہے ہر مرد و زن پر
کرو صبر۔ آتا ہے۔ اچھا زمانہ

یاد کرو تلفظ اور معنی

مسرّت سَیف تفاخُر عقیدہ تعصّب
ترانہ قَالب مشیخت رقابَت زَن

## (۲۵) نئی دُنیا کا پانا

۱۔ سمندر میں کشتیاں اور جہاز چلانا اور کنارے کے قریب سفر کرنا تو مدّت ہائے دراز سے جاری تھا۔ مگر ساحل کو چھوڑ کر بحرِ اعظم

کی موجوں میں جہاز ڈالنے کی جرأت کسی قوم کو نہ تھی۔ کیونکہ اسوقت تک بڑے سمندر کے اندر سمتوں کا پہچاننا اور منزل مقصود کا سراغ لگانا کسی کو نہ آتا تھا۔

۲۔ تیرھویں صدی عیسوی میں مقناطیس کی قوت کشش کا قدرتی راز انسان پر منکشف ہوا اور اسکی بدولت قطب نما یا قبلہ نما ایک آلہ ایجاد ہوگیا جس میں ایک سوئی کیل پر گھومتی ہوئی لگائی جاتی ہے۔ اور وہ مقناطیسی خاصیت سے جس کا سبب کوئی نہیں جان سکتا ہمیشہ قطب شمالی کی جانب مائل رہتی ہے۔

۳۔ جبکہ قطب نما کی وساطت سے شمالی سمت ٹھیک ٹھیک معلوم ہونے لگی تو باقی تین سمتوں کا دریافت ہونا کچھ مشکل نہ تھا۔ اس طرح فن جہازرانی میں ایک نئی جان پڑ گئی۔ اور حق یہ ہے کہ اس ڈیڑھ انچ کے چھوٹے سے آلہ کی ایجاد نے انسان کو اس بحر بیکراں کا مالک بنا دیا جو تین چوتھائی کرۂ زمین پر محیط ہے۔

۴۔ اوّل اوّل اٹلی کے ملاح اس قدرتی طلسم سے فائدہ اٹھاتے رہے اور نہایت احتیاط کے ساتھ یہ راز سربستہ اپنے خاص عزیزوں یا فرزندوں کو مخفی طور پر تعلیم کرتے رہے تاکہ غیر قوموں کو اس کی ہوا نہ لگے۔ مگر کہاں تک اخفا کرتے آخرکار

دوسری قوموں کے عیار بھی لے اڑے اور یہاں تک یہ ہنر پھیلا کہ عام ہو گیا۔ پھر تو دل چلے جہاز راں بڑے ذخار اور عمیق سمندروں کے طے کرنے کا حوصلہ کرنے لگے۔

۵۔ اس خاصیت کے انکشاف سے دو صدی بعد نامور کولمبس سرزمین اٹلی کے شہر جنیوا میں پیدا ہوا۔ اور ہوش سنبھال کر تیز ملاحوں کے ساتھ جو اس زمانہ میں اس فن کے استاد تھے۔ بحری سفر کے خوب خوب تجربے کئے۔

۶۔ اس زمانے میں ہندوستان کی بے شمار دولت بیش بہا جواہرات اور زر و سیم کے خزانوں کی کہانیاں اہلِ یورپ کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ اور ہر قوم کے عالی ہمت و بلند حوصلہ اشخاص ہندوستان کی تلاش و طلب میں بیتاب تھے زمانے کی ہوائے عالی حوصلہ کولمبس کے دل کو بھی ابھارا۔ اور ہند کا سودا اس کے سر میں پیدا کر دیا۔

۷۔ اس کو علم جغرافیہ کے قاعدوں سے یقین ہو گیا تھا۔ کہ زمین ایک مدور کرہ ہے۔ اس لئے مغرب کو سفر کریں۔ خواہ مشرق کو ہر طرف سے منزل مقصود تک رسائی ممکن ہے۔ اس کے علاوہ مغربی سمندر۔ میں اس نے کچھ ایسی لکڑیاں بھی پائی تھیں جن سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اس بحرِ اعظم کے پار ضرور کوئی سرزمین ہے، مگر علم و ہمت اور استقلال کے سوا غریب کولمبس کے پاس کیا دھرا تھا؟ کہ

وہ سفرِ عظیم کے لئے جہازی بیڑہ تیار کر سکتا۔ ناچار اس کو والیانِ ملک اور صاحبانِ تخت و تاج سے امداد کی التجا کرنی پڑی۔

۸۔ اوّل اپنے ہی ملک کے بادشاہ سے درخواست کی۔ مگر کون سنتا تھا۔ پھر والیٔ پرتگال سے پھر فرماں روائے برطانیہ سے مدد چاہی مگر کہیں دال نہ گلی۔ کیونکہ اس عہد کے کم علم وزراء، امراء اس کے منصوبے کو سمجھ ہی نہ سکتے تھے۔

۹۔ آخر کار شاہ ہسپانیہ کو عرضی دی۔ اِن دنوں شہر غرناطہ پر اہلِ اسلام سے اس کی جنگ ہو رہی تھی۔ اس لئے کچھ التفات اس وقت نہ ہوا۔ کچھ دنوں بعد جبکہ بادشاہ فتح کی خوشیاں منا رہا تھا اسکی درخواست پھر پیش ہوئی اور ملکۂ ہسپانیہ کی سفارش اور فیاضی سے منظور بھی ہو گئی۔

۱۰۔ ۳۲ ہزار روپیہ سے اس نے تین جہازوں کا بیڑہ تیار کیا۔ اور ۸ برس کی متواتر محنت کے بعد سامان سفر مہیا کر کے ۳ اگست ۱۴۹۲ء کو اس والاہمت ذی حوصلہ ناخدا نے خدا کے نام پر جہازوں کا بادبان کھولا اور لنگر اٹھا کر مغربی سمت کو خاک ہند کی جستجو میں روانہ ہوا۔

۱۱۔ جہازرانی کا تمام کام اسی کی رائے و تدبیر اور اسی کے حکم پر موقوف تھا۔ وہ نہایت سرگرمی سے اپنے کام میں مشغول رہتا نہ رات کو چین تھا نہ دن کو آرام، منزل مقصود کی دھن میں ٹھیک پچھم کی طرف جہازوں کو اڑائے چلا جاتا تھا۔ مگر جہازیوں کو صحیح نہ بتاتا کہ کتنی مسافت

طے ہوئی ہے۔

۱۲۔ اکتوبر کی پہلی تاریخ تک اس نے چھ سو پچاس کوس قطع کئے مگر ہمراہیوں کو چار سو نوے ہی بتائے۔ کنارے کا اب تک کچھ پتہ نشان نظر نہ آتا تھا۔ ایک بحر مواج و ناپیدا کنار میں بڑھے چلے جاتے تھے۔ ناچار تمام جہازی گھبرا گئے۔ اور بیم ہلاکت و خوف تباہی ان کے دلوں پر ایسا چھایا کہ سب نے جہازوں کا رخ وطن کی طرف پھیرنے کے لئے سخت اصرار کیا۔ مگر واہ رے کولمبس تیرے ہمّت اور تیرا استقلال کہ باوجود اس شور و غوغا اور مزاحمت کے کبھی پست ہمتی کو پاس نہ پھٹکنے دیا اور اپنے عزم بالجزم کے پورا کرنے پر نہایت دلیری سے ثابت قدم رہا۔

۱۳۔ اس نے اپنے ہوش و حواس ہمیشہ بجا رکھے۔ بد دل و غیر مستقل ساتھیوں کو کبھی نرمی سے تھپکتا۔ کبھی گرمی سے جھڑکتا اس تدبیر سے سے تھوڑی دیر کو لوگوں کا ولولہ دب جاتا۔ مگر پھر ناامیدی اور خوف کا جوش و خروش ان کو بے قرار و بدحواس کر دیتا تھا۔

۱۴۔ ایک دن جہاز والوں نے باہم سازش کی۔ کہ "یوں تو اس بلائے ناگہانی سے پیچھا چھوٹنا مشکل ہے۔ آؤ! منحوس کولمبس کو پکڑ کر سمندر میں ڈھکیل دیں۔ اور جہازوں کو لے کر اپنے وطن کو مراجعت کریں" جب اس نے دیکھا کہ لوگوں کے تیور بدلے ہوئے ہیں۔ نہ تو اب تشفی کام دیتی ہے۔ نہ غصّے کا موقع ہے۔ تو ناچار ان سے عہد و پیمان کیا۔ کہ "تین دن اور صبر کرو۔ پھر بھی ساحل نہ ملے تو البتہ مراجعت کریں گے۔

۱۵۔ اس وقت بعض علامات سے اسکو اطمینان ہو چلا تھا کہ غالباً کوئی سرزمین قریب ہے۔ کیونکہ سمندر کا عمق کم ہوتا جاتا تھا۔ اور میوؤں کے خوشے ہری شاخیں سطح آب پر دکھائی دینے لگی تھیں۔

۱۶۔ غرض اکتوبر کی ۱۱ تاریخ کو بہادر کولمبس نے حکم دیا۔ کہ "جہازوں کے بادبان اتار دو"۔ اس مژدے کے سنتے ہی سارے جہازیوں کی جان میں جان آگئی۔ اور ہر شخص آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کنارے کی جانب اُمید بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ آدھی رات کا وقت تھا کہ اس تاریکی میں کنارے کی آبادیوں کی روشنی نے یکایک اُن کی مایوس آنکھوں کو منور کیا۔ فوراً اگلے جہازیوں نے جوش مسرت میں ایک نعرہ مارا۔ اور "زمین زمین"، کہہ کر چلا اٹھے۔ کیا ہی جانفزا وہ صدا تھی۔ جو ہوا اور سمندر کی موجوں میں گونجتی ہوئی پچھلے جہاز والوں کے کان میں پڑی جس سے ہر شخص نے جان لیا کہ اب ہماری کشتیاں ساحل مراد پر آلگی ہیں۔

۱۷۔ صبحدم اِدھر اُدھر نگاہ ڈالی تو کوس بھر کے فاصلے پر ایک جزیرہ اس کے گھنے درخت اور سبزہ زار نظر آنے لگے۔ ہر شخص کا دل خوشی سے لبریز ہو گیا۔ سب نے کولمبس سے اپنی بے صبری۔ بے ادبی اور گستاخی کی معافی مانگی چھوٹی کشتی دریا میں ڈالی گئی اور کچھ لوگ سوار ہو کر کنارے کی جانب چلے۔ سب سے پہلے کولمبس ہی نے اس سرزمین پر قدم رکھا۔ اس کے بعد اور لوگ اترے۔ خدا کا شکر بجالائے اور

شاہ اسپین کے نام کا جھنڈا گاڑ دیا۔

۱۸۔ اس جزیرے کے وحشی اور جنگلی آدمی ان گورے گورے نوواردوں کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ انھوں نے خیال کیا کہ یہ جہاز اُڑنے والے جانور ہیں۔ بادبان ان کے پر ہیں۔ جہاز والوں نے جو توپیں داغیں تو بہت ڈرے۔ اس آواز کو بادل کی گرج اور روشنی کو بجلی کی چمک تصوّر کیا۔ ان آدمیوں کو سورج کی اولاد سمجھے اور خیال کیا کہ بالضرور یہ آسمان سے اترے ہیں۔

۱۹۔ شام کے وقت کئی دیسی آدمی کشتی پر سوار کر کے جہاز کے پاس لائے گئے۔ انھوں نے چند قسم کا کھانا بطور ضیافت کولمبس کو نذر کیا۔ جس کے صلے میں پوتھوں کے ہار چھوٹی چھوٹی گھڑیاں اور کچھ کم قیمت چیزیں ان کو دی گئیں۔ یہ پہلی ملاقات تھی جو نئی اور پرانی دنیا کے باشندوں میں ۱۱۔ اکتوبر ۱۴۹۲ء کو ہوئی۔

یاد کرو تلفّظ اور معنیٰ

سُراغ سَربَستہ مُدوّر نیم جَانفِزا نذر
مُنکشِف اِخفا وُزرا ہَلاکت صَدا مُژدہ
مَائل عیّار مُتواتر نووارد عَزمِ بالجزم
وَلولہ وساطت زخّار سَرگرمی مُحقق نازل
بےکراں عَمیق مُسافت خُوشہ ضِیافت طِلسم
اِنکشاف مَوّاج نعرہ اُمرا

# (۲۶) ہندوستان کے پھول

از:- آرائشِ محفل

ہے اس مملکت کی عجب گل زمیں
کہیں پھول یاں کے سے ہوتے نہیں

دلِ بستہ دیکھ ان کو ہو باغ باغ
جو سونگھے تو بھر جائے بُو سے دماغ

گندھے بن گندھے گر وہ محفل میں آئیں
تو مجلس کا عالم چمن کا بنائیں

کروں وصف کیا موگرے کا بیاں
کہ اک اک کلی اس کی ہے عطر داں

خوش آیند ہے نکہت رائے بیل
رہے بزم میں اسکی نت ریل پیل

بہت موتیا کی پیاری ہے بُو
ہر اک گل سے اس کی نیاری ہے بُو

نواڑی کی از بسکہ میٹھی ہے بُو
دلوں کو وہ مقبول کیونکر نہ ہو

جدا سب سے ہے دوپہریا کا روپ
کہاں اسکی رنگت کو لگتی ہے دھوپ

گلوں سے نرالا ہے گل چاندنی
چمن کا اُجالا ہے گل چاندنی

ہر اک گل کا ہے رنگ و عالم جُدا
نہیں لطف سے کوئی خالی ذرا

جسے دیکھئے ہر طرح خوب ہے
طبیعت کو ہر اک کی مرغوب ہے

ہوئے سنتے یوں تاکہ پہنے منگا
زنِ بے نوا و زنِ بادشاہ

جو عالم دکھاتے ہیں دمڑی کے پھول
وہ ہرگز نہ ہو موتیوں سے حصول

یاد کرو تلفظ اور معنی

مُملکت دِل بستہ خوش آیند بَزم

گُل زمین عَالَم نکہت مرغوب

## (۲۷) آسمان اور تارے

از مؤلف

اگر تیری قدرت کی کاریگری | نہ کرتی سمجھ بوجھ کر رہبری
تو وہ سر پٹکتی ہی رہتی مدام | طلب میں بھٹکتی ہی رہتی مدام
بنائی ہے تونے یہ کیا خوب چھت | کہ ہے سارے عالم کی جسمیں کھپت
یہ سقف کہن ہے ابھی تک نئی | اسے دیکھتی یوں ہی دنیا گئی
زمیں پر گئیں کتنی نسلیں گذر | رہی اسکی ہیئت یہ سب کی نظر
اسے سب نے پایا اسی ڈھنگ پر | اسے سب نے دیکھا اسی رنگ پر
عجب ہے یہ خیمہ رسن ہے نہ چوب | ہمیشہ مصفّا ہے بے رفت و روب
نہ در ہے نہ منظر، نہ کوئی شگاف | ادھر سے ادھر تک ہے میدان صاف
کہیں جوڑ ہے اور نہ پیوند ہے | جدھر دیکھیئے اس طرف بند ہے
عجب قدرتی شامیانہ ہے یہ | نظر کی پہنچ کا ٹھکانا ہے یہ
بنایا ہے کیا دستِ قدرت نے گول | جُرس ہے نہ جھرّی نہ سلوٹ نہ جھول
یہ تارے جو ہیں آتے جاتے ہوئے | چمکتے ہوئے جگمگاتے ہوئے
نظر آرہے ہیں عجب شان سے | ہیں لٹکے ہوئے سقف ایوان سے
چراغ ایسے روشن جو بن تیل ہیں | یہ تیری ہی قدرت کے سب کھیل ہیں
ہیں یہ لعل و گوہر جو بکھرے ہوئے | زمیں سے بھی ہیں انمیں اکثر بڑے
نظر میں جو اتنے سے آتے ہیں یہ | بہت دور چکر لگاتے ہیں یہ
جدا گانہ رکھتے ہیں اپنا مدار | نہیں جانتا کوئی ان کا شمار

یہ قائم ہیں تیری ہی تقدیر سے
وہ زنجیر کیا ہے ؟ کشش باہمی
عجب تو نے باندھی ہے یہ باگ ڈور
یہ سب لگ رہے ہیں اسی لاگ پر
ہر اک کے لئے اک معیّن ہے دَور
سدا چال کا ایک انداز ہے
ہے ان سب کا آئین ایجاد ایک
ہر اک چیز ذرے سے تا آفتاب
ہیں ذروں میں خورشید کی سی صفات
حقیقت میں ہے یاں دو رنگی کہاں

بندھے ہیں بہم سخت زنجیر سے
نہ اس میں خلل ہو نہ بیشی کمی
تلا سب کا رہتا ہے آپس میں زور
لگاتے ہیں چکر اسی باگ پر
وہی اک وتیرہ وہی ایک طور
نہ کھٹکا۔ نہ آہٹ۔ نہ آواز ہے
ہنر ایک ہے اور استاد ایک
بلا شبہ رکھتی ہے یکساں حساب
ہے خورشید بھی ذرّہ کائنات
جہاں ذرہ ہے اور ذرہ جہاں

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

| | | | |
|---|---|---|---|
| رَہبری | کُہن | رُفت و رُوب | اَیوان |
| خُورشید | مُدام | رَسَن | مَنظَر | مَدارِ کائنات |
| سَقف | مُصفّا | شِگاف | وَتیرہ | مُعیّن |

## (۲۸) شیر شاہ سُوری

۱۔ شیر شاہ ہندوستان کے بادشاہوں میں ایک عظیم الشان بادشاہ گزرا ہے۔ جس نے ایک سپاہی کے درجے سے ترقی کر کے شاہی کا مرتبہ حاصل کیا تھا۔

۲۔ اس کا دادا ابراہیم خاں سوری تلاش معاش کے لئے ہندوستان میں وارد ہوا۔ اور مدّت العمر امرائے لودی کی نوکریاں کرتا رہا۔ اسکا باپ حسن خاں جو ہندوستان ہی میں پیدا ہوا تھا حسن لیاقت کی بدولت ابراہیم لودی کے عہد میں پانسو سواروں کا افسر مقرر ہوا۔ اور صوبۂ بہار میں سہسرام کا پرگنہ اس کو بطور جاگیر کے مل گیا۔

۳۔ فرید خاں جو آیندہ شیر شاہ کہلائے گا۔ عالم جوانی میں باپ کی سختیوں سے ملول ہو کر سہسرام سے جون پور چلا گیا۔ اور وہاں تحصیل علم میں مصروف رہ کر علم ادب اور تواریخ میں اس نے بڑی مہارت پیدا کی۔ آخر منا پر چا کر باپ نے بلالیا۔ اور جاگیر کے کاموں کا انصرام اس کے سپرد کیا۔ اس ہونہار نے ایسا عمدہ انتظام کیا کہ رعایا خوش حال اور باپ کا خزانہ مالا مال ہو گیا۔ باپ کی وفات کے بعد ابراہیم لودی کے حکم سے یہ جاگیر خود اس کے نام ہو گئی۔

۴۔ تھوڑے ہی عرصے بعد ایک انقلاب عظیم واقع ہوا۔ ابراہیم لودی مارا گیا۔ بابر فتحیاب ہوا۔ صوبہ دار بہار خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ اب فرید خاں بہار کے نئے بادشاہ کا ملازم ہو گیا۔ ایک روز تلوار سے شیر کا شکار کیا۔ اس دلاوری کے صلے میں شیر خاں کا خطاب پایا۔ پھر شاہ بہار سے ناچاقی ہو گئی۔ تو آکر بابر کے ہوا خواہوں میں داخل ہو گیا۔

۵۔ بابری دربار کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر اس نے خوب جانچ

لیا کہ اگر ہمارے پٹھان بھائی باہمی نزاع کو دور کر کے یک دل ہو جائیں تو ان مغلوں کو ابھی دم کے دم میں ہندوستان سے نکال باہر کر دیں اس کے احباب نے یہ باتیں سنیں تو جوانی کی ترنگ سمجھ کر اس کا مضحکہ اڑایا۔ بالجملہ وہ بابری دربار سے مایوس و متنفر ہو کر بلا رخصت چل دیا اور پھر دربار شاہ بہار کا تقرب حاصل کیا۔

۶۔ جب شاہ بہار نے عالمِ فانی سے ملک جاودانی کی راہ لی تو اس کے جانشین کو خارج کر کے شیر خاں نے ملک بہار کو اپنے قبضہ و تصرف میں کر لیا۔ پھر ملک بنگالہ کی تسخیر پر متوجہ ہوا۔ اسی اثنا میں ہمایوں نے اس پر لشکر کشی کی۔

۷۔ چند معرکوں میں شیر خاں غالب اور ہمایوں مغلوب ہوا۔ مگر قنوج کی آخیر جنگ میں تو ہمایوں نے ایسی ہزیمت پائی کہ پھر ہندوستان میں ٹھہر ہی نہ سکا۔ چار و ناچار ایران جا کر پناہ لی، اب شیر خاں بلقب شیر شاہ ہندوستان کے تخت و تاج کا مالک ہوا اور جو منصوبہ اس نے باندھا تھا پورا کر دکھایا۔

۸۔ اس بادشاہ کو ایجاد قوانین کا بڑا ملکہ تھا۔ رعایا اور کاشتکاروں کی سرسبزی کو ہمیشہ مدِ نظر رکھتا۔ کسی ملک پر چڑھائی کرتا تو کسانوں کو آزار نہ پہنچاتا۔ زراعت کی پامالی کا عوضانہ دلاتا۔ عدالت گستری میں چاہے اس کا عزیز قریب ہی کیوں نہ ہو۔ کسی کی رو رعایت نہ کرتا۔ راستوں کی امن و حفاظت کا خوب بندوبست کیا تھا۔ کوئی تاجر اتنائے

راہ میں مرجاتا تو اس کا مال اس کے وارثوں کو پہنچاتا۔

۹۔ فوج کے گھوڑوں پر داغ لگانے کا قاعدہ اسی نے اختراع کیا تھا۔ خیرات خانے اور سرائیں بہ کثرت تعمیر کرائیں کاروانوں کی آمد و شد کے لیئے عمدہ سڑکیں بنوائیں۔ غرض وہ بڑا عالی ہمت۔ فیاض اور منتظم تھا۔ مگر کئی معاملوں میں اس نے دغا و فریب بھی کیا جو اس کے اخلاق پر سخت بدنما دھبہ معلوم ہوتا ہے۔

۱۰۔ اس کی موت قلعۂ کالنجر کے محاصرہ کے وقت اس طور سے ہوئی کہ غنیم کا گولہ اس کے میگزین میں پڑا جس سے اس کا بدن پھک گیا۔ اس نزع کی حالت میں بھی وہ اپنی فوج کو قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دیتا رہا۔ اور جوں ہی فتح کی صدا اس کے کان میں پہنچی۔ خدا کا شکر ادا کیا۔ اور پھر سانس نہ لیا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

عَظِیمُ الشّان نَاچَاقی مَضحکہ فَانی مَلکہ اِختراع
مُدّتُ العُمر ہَواخواہ بالجُملہ جَاوِدانی عَدالت گُستری
مِیگزِین عِلمُ اَدَب نِزَاع تَقرّب تَسَخُّر مُحَاصَرہ
اِنصِرَام تَرَنگ تَصَرُّف ہَزِیمَت مُتنفِّر

## (۲۹) قطعہ مرزا غالب

| پیر و مرشد! اگرچہ مجھ کو نہیں | ذوق آرائش سر و دستار |
|---|---|

کچھ تو جاڑے میں چاہیئے آخر — تا نہ دے بادِ زمہریر آزار
کیوں نہ درکار ہو مجھے پوشش — جسم رکھتا ہوں، ہے اگرچہ نزار
کچھ خریدا نہیں ہے اب کی سال — کچھ بنایا نہیں ہے اب کی بار
رات کو آگ، اور دن کو دھوپ — بھاڑ میں جائیں ایسے لیل و نہار
آگ تاپے کہاں تلک انسان — دھوپ کھائے کہاں تلک جاندار
میری تنخواہ جو مقرّر ہے — اس کے مِلنے کا ہے عجب ہنجار
رسم ہے مُردے کی چھ ماہی ایک — خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار
مجھ کو دیکھو تو ہوں بقیدِ حیات — اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار
بسکہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض — اور رہتی ہے سود کی تکرار
میری تنخواہ میں تہائی کا — ہوگیا ہے شریک ساہوکار
آپ کا بندہ اور پھروں ننگا — آپ کا نوکر اور کھاؤں اُدھار
میری تنخواہ کیجئے ماہ بماہ — تا نہ ہو مجھ کو زندگی دشوار
تم سلامت رہو ہزار برس — ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

یاد کرو تلفّظ اور معنیٰ

مُرشد — ذَوق — دَستار — زَمہریر — پوشِش
نَزار — لَیل — نَہار — ہَنجار — حَیات

## (۳۰) بخاری یا دُخانی کشتی

ا۔ دُخانی یا دھوئیں کی کشتی اُس کشتی کو کہتے ہیں جس میں
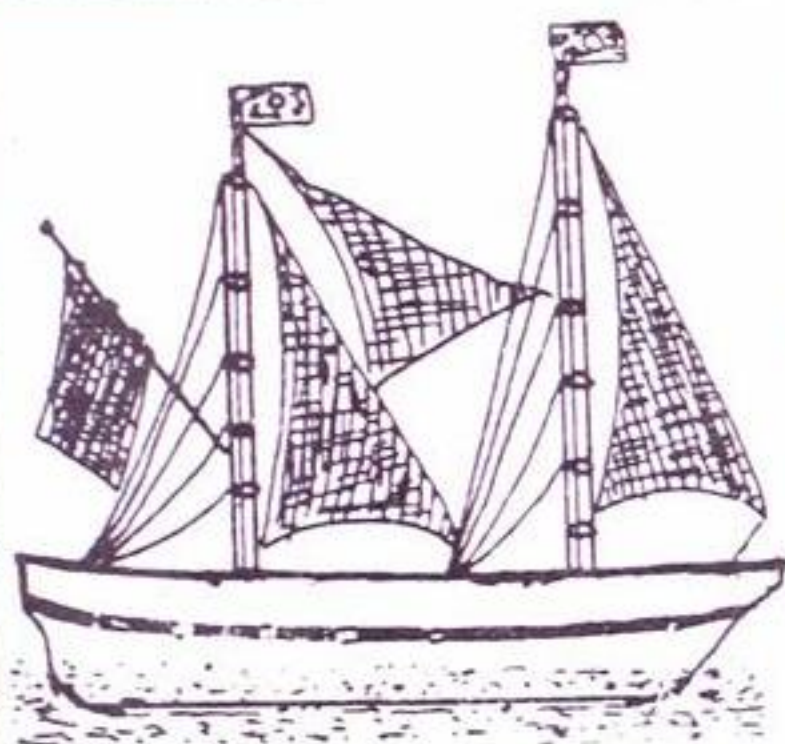
ایک انجن لگا رہتا ہے اور جب
وہ گرم کیا جاتا ہے تو اس کے
دودکش میں سے دھواں نکلتا
نظر آتا ہے۔ جس طرح تم ریل
گاڑی کے انجن میں سے دھوئیں
کے بغارے اٹھتے ہوئے دیکھتے
ہو اسی طرح کشتی کے انجن سے نکلا کرتے ہیں۔ عام لوگوں نے جب
یہ کیفیت دیکھی تو خیال کیا کہ کشتی دھوئیں کے زور سے چلتی ہے۔ اسی
واسطے اس کا یہ نام تجویز کر لیا۔

۲۔ درحقیقت کشتی میں دھوئیں کا زور کچھ کام نہیں دیتا۔ بلکہ
انجن میں ایک دیگ ہوتی ہے جس میں پانی بھرا جاتا ہے۔ جب اس
دیگ کے تلے لکڑی یا کوئلہ جلاتے ہیں تو حرارت کے اثر سے پانی گرم
ہو کر بھاپ بنتا ہے۔ بھاپ اپنے پھیلنے کو بہت جگہ چاہتی ہے۔ چونکہ
وہ ہر طرف سے بند ہوتی ہے اور صرف ایک پرزہ پر اس کا سارا زور
جا پڑتا ہے۔ اس لئے وہ پرزہ حرکت کرتا ہے، اس کی حرکت سے
کارخانہ کی تمام کلیں چلنے لگتی ہیں۔ اس قسم کے انجنوں سے کہیں تو لوہے
اور لکڑی کا کارخانہ جاری ہے۔ کہیں کپڑا بنا جاتا ہے۔ کہیں کاغذ
بنتا ہے کہیں اینٹیں پکتی ہیں۔ کہیں برف جمائی جاتی ہے۔

۳۔ بعض انجن اس قسم کے بنائے گئے ہیں جو پہیوں کے ذریعہ

سے خود بھی حرکت کرتے ہیں اور جو شے ان کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اس کو بھی اپنی زبردست طاقت سے کھینچ لے جاتے ہیں۔ ان متحرک انجنوں کے وسیلے سے خشکی میں ریل گاڑیاں اور ندی میں کشتیاں مال مسافروں سے معمور اڑی پھرتی ہیں۔

۴۔ کچھ بہت زمانہ نہیں گزرا کہ کشتیاں محض ڈانڈ کے سہارے سے چلائی جاتی تھیں۔ ڈانڈ کی حرکت سے ملاح پانی کو جھکولا دیتا تھا۔ پانی کے ہٹتے ہی کشتی آگے بڑھ جاتی تھی۔ اس ترکیب سے کشتی بہاؤ پر تو خوب چلتی۔ مگر دریا کے چڑھاؤ پر یا دھارے کو کاٹ کر یا باد مخالف کے مقابلہ میں جانا البتہ دشوار تھا۔

۵۔ جب بخار کی طاقت سے انواع واقسام کی کلیں چلنے لگیں تو ملک امریکہ میں ایک دانشمند نے اس کام پر توجہ کی۔ کہ انجن کے ذریعہ سے کشتی چلائے۔ اس نے کشتی میں ایک انجن لگایا اور اسکے ساتھ دو گھومنے پہیے کشتی کے اطراف میں قائم کئے۔ پہیّوں میں چند ڈانڈ لگا دیئے جب بھاپ کی طاقت سے حرکت پیدا ہوئی تو انجن کی چرخیاں گردش کرنے لگیں۔ ان کے وسیلے سے دونوں پہیے جو کشتی کے سروں پر لگائے گئے تھے۔ چکر کھانے لگے۔ ان کی گردش سے ہر ایک ڈانڈ پے در پے پانی کو ہٹانے لگا۔ اس طرح کشتی بغیر ملاّح کی کوشش کے نہایت سرعت کے ساتھ سطح آب پر رواں ہوگئی۔

۶۔ سب نے اس کشتی کو پسند کیا اور روز بروز اس کا رواج بڑھتا

گیا۔ یہانتک کہ امریکہ اور یورپ کے ملکوں میں بخاری کشتیوں اور جہازوں کی ساخت کے بڑے بڑے کارخانے قائم ہو گئے۔ اور جس قدر زمانہ گذرتا گیا دخانی کشتیوں کی ساخت میں اور مفید باتیں ایجاد ہوتی چلی گئیں

۷۔ اگلے زمانے میں انگلستان اور ہندوستان کے درمیان پانچ چھ مہینے بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصے میں سفر طے ہوتا تھا۔ اب دخانی جہازوں کی بدولت تین ہفتے سے زیادہ نہیں لگتے۔ پہلے بادِ مخالف اور طوفان کے مقابلے میں جہازوں کا کچھ قابو نہ چلتا تھا۔ مگر اب طوفان کے جھونکوں اور دریا کی موجوں کو ریلتا پیلتا سیدھا چلا جاتا ہے، دخانی کشتیاں تیز دھار کو کاٹتی ہوئی چڑھاؤ کے رُخ بے تکلف رواں دواں پھرتی ہیں۔

۸۔ ان دخانی کشتیوں کی ایجاد نے سفر اور تجارت کو نہایت آسانی اور ترقی بخشی ہے۔ برسوں کا سفر مہینوں میں اور مہینوں کا سفر ہفتوں میں قطع ہونے لگا یا یوں سمجھو کہ دنیا سکڑ کر چھوٹی ہو گئی۔ اور دُور دراز کے ملک ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

| | | | |
|---|---|---|---|
| دُود کش | وَابستہ | مُتحَرِّک | اَنواع |
| سُرعَت | مَلّاح | پُرزہ | مَعمُور |
| بَادِ مُخَالِف | اَقسام | سَاخت | اَطرَاف |

# (۳۱) ریلوے انجن کا موجد "جارج"

۱۔ اب سے ایک صدی قبل نیوکاسل کے قریب کسی موضع میں ایک مزدور رہتا تھا۔ آمد قلیل۔ عیال کثیر۔ بمشکل گزران ہوتی ۱۷۸۱ء میں اس کے ایک اور بچہ پیدا ہوا عسرت کی وجہ سے کم سنی ہی میں مزدوری پر لگا دیا۔ شام کے وقت کوئلوں کے احاطے کا پھاٹک بھیڑ دیتا اور پون پیسہ روز پاتا۔ پھر شلجم کھودنے لگا جس کی اجرت ڈیڑھ پیسہ یومیہ تھی۔

۲۔ ایک دن اس لڑکے کی بڑی بہن ٹوپی خریدنے کے لئے نیوکاسل کو چلی۔ لڑکا تھا ان دنوں ٹھالی۔ بہن کے ساتھ ہو لیا۔ بہت جستجو کے بعد لڑکی کو ایک ٹوپی پسند آئی۔ قیمت پوچھی تو اکٹھے دو آنے۔ بھلا اس بے چاری کے پاس اتنے دام کہاں؟ دکاندار سے کمی قیمت کی خواہش کی۔ مگر بے سود۔ ناچار آگے بڑھی۔ پر کہیں خاطر خواہ ٹوپی نہ پائی۔ پھر واپس آئی اور حسرت بھری نگاہوں سے اسی ٹوپی کو تکنے لگی۔

۳۔ دفعتہً جارج بولا "بہن! ذرا یہیں ٹھہری رہنا۔ یہ کہہ کر چلدیا۔ راہ دیکھتے دیکھتے پورے چار گھنٹے ہو گئے۔ لڑکی بیچاری بہت گھبرائی کہ ضرور میرے بھائی پر کوئی آفت آئی۔ اسی تشویش میں تھی کہ دیکھا جارج ہانپتا ہوا دوڑا چلا آرہا ہے۔ دور ہی سے چلّایا "لو بہن!

پیسے لایا۔" جارج نے امیروں کے گھوڑے تھام کر یہ پیسے کمائے تھے اور اسی کام میں اتنی دیر لگی تھی۔ مگر آفریں اس کی ہمت پر کہ بغیر کام پورا کئے نہ پھرا۔ اب دونوں خوش خوش دکان پر گئے۔ دام حوالے کئے اور ٹوپی لے کر بڑے فخر کے ساتھ اپنے گاؤں کو واپس آئے۔

۴۔ جب جارج چودہ برس کا ہوا تو اپنا آبائی پیشہ اختیار کیا۔ یعنی کان کے اندر کوئلہ کھودنے لگا جس کی مزدوری آٹھ آنے فی یوم تھی۔ شراب خوری اور کھیل تماشوں سے اسے سخت نفرت تھی ابھی تک وہ محض ناخواندہ تھا۔ مگر علم و فن کا ایسا شائق کہ اپنے مسکن سے چار میل کے فاصلے پر ایک بڑے میاں کے پاس حساب سیکھنے کبھی کبھی جاتا۔ بیس سال کی عمر تک خاصہ محاسب بن گیا۔

۵۔ اس اثنا میں وہ اپنے کام میں بھی ترقی کرتا رہا۔ اور زیادہ مزدوری پانے لگا۔ اپنی شادی بھی کر لی۔ اس زمانے میں کتابوں کی قیمت گراں تھی اتنا پس انداز نہ ہوتا کہ پڑھنے کے لئے کتابیں خرید سکے اس لئے موچی اور درزی کا پیشہ کرنے لگا۔ جوتیاں بھی بناتا اور کوٹ بھی سیتا ان دو پیشوں کی آمدنی سے گھر کا کام چلاتا۔ اور جو بچتا اس کی کتابیں خرید لیتا۔

۶۔ کچھ عرصے کے بعد وہ انجن چلانے والے کا نائب ہو گیا۔ اسکے کل پرزوں پر خوب غور کیا۔ اور کامل واقفیت حاصل کرنے کے بعد نمونے کے طور پر ایک انجن اپنے ہاتھ سے بنایا۔ اس میں ایک

ایسی ایجاد کی کہ پہلے انجنوں سے اس کا انجن زیادہ کام دینے لگا۔ اب اسکی تنخواہ بارہ روپیہ فی ہفتہ ہوگئی۔

۷۔ ایک بار اتفاقاً اس کے گھر میں آگ لگی۔ ہمسایوں نے آگ تو بجھادی۔ مگر اس ہنگامہ میں اس کی گھڑی جو سارے اثاثہ میں ایک عزیز چیز تھی خراب ہوگئی۔ اس کی درستی میں روپیہ بہت صرف ہوتا تھا۔ ناچارا اپنے ہاتھ سے اس کو ٹھیک ٹھاک کرکے چلتا کیا۔ پھر تو سب محلے والے اپنی گھڑیاں اس سے صاف کرانے لگے۔ موچی اور درزی کے علاوہ جارج گھڑی ساز بھی مشہور ہوگیا۔

۸۔ اب جارج کو پھر ترقی ملی۔ اور وہ انجن کا افسر مقرر ہوا جہاں یہ کام کیا کرتا تھا اس کے قریب ہی ایک اور کان تھی۔ اس میں اتنا پانی بھر آ کہ کام بند ہوگیا۔ مہتمم کارخانہ سخت مایوسی کی حالت میں تھا جارج بھی دیکھنے کو گیا۔ اور بہت ہی غور وخوض کرکے بولا۔ "ایک ہفتہ میں اس کو خشک کر سکتا ہوں۔" غرض وہ کام جارج کو سپرد ہوا۔ تو ۲ دو ہی دن میں کل کے ذریعہ سے سارا پانی کھینچ ڈالا۔ اس خدمت کے صلے میں اس کو ہزار روپے کا انعام اور چیف انجینیری کا عہدہ مل گیا

۹۔ ۱۸۱۲ء میں وہ انجن سازی کے کام پر مقرر ہوا۔ جب تک متحرک انجن ایجاد نہیں ہوا تھا۔ غایت درجہ کی غور وفکر کرکے اس نے ایک چلتا ہوا انجن بنا کر کھڑا کیا۔ جو ۱۵ر جولائی ۱۸۱۴ء کو چلایا گیا وہ پانسو من وزن کے آٹھ چھکڑے فی گھنٹہ چار میل کی رفتار سے لے

جانے لگا۔ پھر ایک انجن اور پہلے سے بھی بہتر بنایا۔ سب لوگ اُس کو حیرت کی نظر سے دیکھتے اور کہتے کہ ایک نہ ایک دن یہ ضرور پھٹے گا۔

۱۰۔ اُس زمانے میں ایک امیر آدمی کوئلہ کی کان کا مالک تھا اس کو کان سے جہاز تک کوئلہ پہنچانے کی اشد ضرورت تھی۔ اتفاقاً جارج سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے ترغیب دی کہ "تم کہو تو کان سے جہاز تک ریلوے بنا دوں"۔ وہ راضی ہوگیا۔ چنانچہ ۲۷ ستمبر ۱۸۲۲ء کو وہ بارہ میل کی سڑک کھولی گئی۔

۱۱۔ اسی وقت میں لیورپول اور مانچسٹر والوں کو بھی مال تجارت کے جلد لانے اور لے جانے کی فکر لگی ہوئی تھی۔ اول تو تجویز ٹھہری کہ چند چھکڑوں کی قطار گھوڑوں سے کھنچوائی جائے۔ جارج سے بھی اس بارے میں مشورہ کیا۔ اس نے صلاح دی کہ " ریل کی سڑک بناؤ اور متحرک انجن سے کام لو۔

۱۲۔ یہ بات لغو سمجھی گئی۔ لوگوں نے اعتراض کیا ان مہیب انجنوں کا دھواں ہوا کو زہریلا بنا دے گا۔ ان کے شعلے نباتات اور زراعت کو تباہ اور خس پوش گھروں کو خاک سیاہ کر دیں گے۔ جارج تو دیوانہ ہے۔ اس کو متحرک انجن ہی کی دھن لگی ہوئی ہے"۔ مگر فرقۂ تجار نے زرِ کثیر جمع کر کے جارج کو کام شروع کرنے کی اجازت دیدی اول رستہ کی پیمائش کے لئے ایک گروہ مقرر ہوا وہ اپنا کام رات کو کیا کرتا۔ کیونکہ دن میں قرب وجوار کے گنوار ان پر پل پڑتے تھے جن کو زمینداروں اور

تعلق نے ابھار دیا تھا۔

۱۳۔ بارے خدا خدا کر کے پیمائش کا کام ختم ہوا اور پارلیمنٹ میں ریل بنانے کی غرض سے ایک قانون پیش کیا گیا۔ مگر فوراً نامنظور ہوا۔ ممبران پارلیمنٹ نے کہا "ہم واقف ہیں۔ کہ اس رستے میں ایک عمیق دلدل ہے۔ جس کی تھاہ آج تک نہیں ملی۔ یہ کون دیوانہ ہے جو اس پر ریل بنانی چاہتا ہے" جارج کا دعویٰ تھا کہ یہ امر ممکن ہے۔ آخر دو نامی انجنیروں نے اس کی رائے کی تصدیق کی۔ وہی بل مکرر پیش ہو کر منظور ہو گیا۔ الّا عام لوگ اس کام کے حامیوں کو خبط الحواس ہی کہتے رہے۔

۱۴۔ جارج نے ریل کی سڑک بنانی شروع کی۔ جب دلدل کی نوبت آئی تو ہزار ہا چھکڑے پتھر اور مٹی کے اس میں ڈالے اور سب غائب۔ حتیٰ کہ لوگ مایوس ہونے لگے۔ مگر جارج یہی کہتا رہا کہ "اور ڈالو" آخر دلدل بھر گئی۔ سڑک بن گئی۔ اور اس پر ریل بچھا دی گئی۔ پھر بھی لوگ اس کو مجنوں ہی کہتے رہے۔

۱۵۔ جب سڑک مکمل ہو چکی۔ تو ڈائرکٹروں نے اشتہار دیا کہ جو انجنیر فی گھنٹہ دس میل چلنے والا انجن بنائے گا۔ اس کو پانچہزار روپے کا انعام دیں گے۔ جارج نے بھی اپنے بیٹے کی اعانت سے ایک انجن تیار کیا۔ امتحان کے روز چار انجن پیش ہوئے، ہر ایک کی رفتار دیکھی گئی جارج کا انجن جو ایک گھنٹے میں پچیس تیس میل چلا۔ سب سے سبقت لے گیا۔ حکم ہوا کہ ایسے ہی آٹھ انجن اور بناؤ۔ بالآخر ۱۵ ستمبر ۱۸۲۰ء کو

مانچسٹر اور لیورپول کے درمیان ریلوے کھولی گئی۔ اکثر نامی گرامی اُمرا اس وقت موجود تھے یہ سب کچھ ہوا۔ مگر جارج اور اس کے بیٹے کو عوام الناس پھر بھی وہمی خبطی دیوانہ اور پاگل ہی کہتے رہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| مُوجِد | عُسرَت | ناخواندہ | خوض | مُہیب | مُکرّر |
| قبل | یومیّہ | مسکن | صِلَہ | خس پوش | حتیٰ |
| قلیل | تشویش | مُحاسب | اَشد | تُجّار | حامی |
| عیال | حوالہ | اثاثہ | لغو | جوار | خبط الحواس |
| کثیر | آبائی | مسدود | اعتراض | تصدیق | عوام النّاس |

## ۳۲ تاروں بھری رات

از مؤلف

ارے چھوٹے چھوٹے تارو
کہ چمک دمک رہے ہو
تمہیں دیکھ کر نہ ہووے
مجھے کس طرح تحیّر
کہ تم اونچے آسماں پر
جو ہے کل جہاں سے اعلیٰ
ہوئے روشن اس روش سے
کہ کسی نے جڑ دیئے ہیں
گہر اور لعل گویا

جو ہیں آفتاب تاباں
نے چھپایا اپنا چہرہ
وہیں جلوہ گر ہوئے تم
یہ تمہاری جگمگاہٹ
ہے مسافروں کے حق میں
بڑی نعمت اور راحت

اگر اتنی روشنی بھی | نہ میسّر آتی ان کو
تو غریب جنگلوں میں | یوں ہی بھولتے بھٹکتے
نہ تمیز راس وچپ کی | نہ طرف کی ہوتی اٹکل

نہ نشان راہ پاتے

وہ غریب کھیت والے | وہ اُمیدوار دہقاں
کہ کھڑی ہے جن کی کھیتی | کہیں کھیت کٹ رہا ہے
کہیں کھہ رہا ہے خرمن | نہیں آنکھ ان کی جھپکی
یونہیں شام سے سحر تک | ہیں تمام رات جاگے
نہ گھڑی ہے واں نہ گھنٹہ | نہ شمار وقت وساعت
مگر اے چمکنے والو | ہو تمہیں انھیں سجھاتے

کہ گئی ہے رات اتنی

وہ جہاز جن کے آگے | ہے وسیع بحرِ اعظم
او نھیں ہولناک موجوں | سے مقابلہ ہے کرتا
کوئی ہے چلا وطن سے | کوئی آرہا ہے واپس
انھیں کچھ خبر نہیں ہے | کہ کدھر ہے ان کی منزل
نہ تو مرحلہ نہ چوکی | نہ سراغ راہ کا ہے
نہ کوئی دلیل و رہبر | مگر اے فلک کے تارو

تمھیں اُن کے رہنما ہو

یاد کرو تلفظ اور معنی :- تحیّر تاباں دہقاں مرحلہ

اَعلیٰ رَہبر رَاس خرمن سُراغ
فلک گہُر چپُ ہولناک دلیل

## (۳۳) اونٹ

۱۔ چوپائے دو قسم کے ہیں۔ اہلی اور وحشی۔ اہلی وہ ہیں جو پالنے اور پرورش کرنے سے انسان کے ساتھ مانوس ہو جاتے ہیں۔ جیسے گھوڑا بیل۔ اونٹ وغیرہ۔ وحشی وہ ہیں جو جنگل میں بسر کرتے اور آدمی کی صورت سے بدکتے ہیں جیسے نیل گائے، پاڑھا، ارنا بھینسا وغیرہ

۲۔ تمام اہلی جانوروں میں اونٹ نہایت اصیل و نجیب حلیم و سلیم جانور ہے۔ اس کے جثہ اور اعضا کی ساخت سے صاف عیاں ہے کہ وہ گرم و خشک ریگستانوں کی صعوبتیں جھیلنے اور وہاں کے باشندوں کو مدد دینے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

۳۔ اس کے معدے میں قدرتِ کاملہ نے ایسے خانے بنا دیئے ہیں جن کے اندر وہ ہفتہ بھر کی رسد پانی کی اپنے واسطے بھر لیتا ہے۔ اور بے آب و غیر آباد بیابان کو بے تکان طے کرتا چلا جاتا ہے۔ اس کی پشت پر کوہان ہوتا ہے۔ جو حقیقت میں چربی کا ایک ذخیرہ ہے۔ اور یہ ذخیرہ اس کے معدے کو بھوک کی شدّت میں غذا پہنچاتا ہے۔ جبکہ چٹیل اور اجاڑ ریگستانوں میں کہیں گھاس کا تنکا یا جھاڑی جھنڈی کے پتّے ببول کے کانٹے یا چھوہارے

کی چند گٹھلیاں بھی اس کو میسّر نہیں آتیں تو کئی کئی روز تک وہ بے چارہ بغیر چارہ کھائے نہایت صبر و تحمّل کے ساتھ اپنی کڑی منزلیں طے کرتا ہے۔

۴۔ اس کے سُم چوڑے چپٹے اور نرم گدگدے ہوتے ہیں جو ریتے کے ایسے تھلوں کو بخوبی قطع کرنے کے قابل ہیں جہاں گھوڑے کا سخت سم ٹخنے تک غرق ہو جاتا ہے۔ اس کی طویل گردن۔ اونچی ٹانگیں اس کی مضبوط پسلیاں اور گھٹنوں اور کولھوں کے جوڑ صاف ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ بار برداری اور سواری کے لئے نہایت موزوں بنایا گیا ہے۔ وہ مالک کے اشارے پر زانو کے بل بیٹھ جاتا اور اپنی پیٹھ پر بوجھ لدواتا ہے لیکن جب غلطی سے اس کا مالک بارِ گراں اس کی پشت پر لاد دیتا ہے۔ تو وہ اس کو آگاہ کرنے کے لئے بڑبڑاتا اور شور و غل مچاتا ہے۔

۵۔ ایسے ریگستانی خطوں میں جیسا کہ عرب اور افریقہ کا صحرا ہے۔ اسی سودمند جانور کی بدولت آدمیوں کو خوراک و لباس میّسر آتا ہے۔ اور اسی کی اعانت سے ان کے اکثر کام چلتے ہیں۔ وہ لوگ اونٹ کے بالوں سے کپڑا بنتے اور رسّی بناتے ہیں۔ اس کی کھال کے خیمہ اور فرش تیار کرتے ہیں۔ اس کے گوشت اور دودھ سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی ہڈی کو بھی کام میں لاتے ہیں غرض کہ ان کے حق میں اونٹ ایک رحمتِ الٰہی ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

اَہلی اَصِیل حَلیم جُثّہ صعوبت تحمُّل
وحشی نجیب سلیم عیال کوہان زانو

# (۳۴) اہلیا بائی

۱۔ یہ نیک سیرت بائی سیندھیا کے خاندان سے تھی ۱۷۳۵ء میں پیدا ہوئی۔ میانہ اندام۔ سبزہ رنگ اور اکہرے بدن کی عورت تھی۔ گو چنداں خوبصورت نہ تھی مگر خدا نے اس کو فہم کامل ہمّت عالی اور صفاتِ حمیدہ عطا کی تھیں۔ جن کے آگے حسنِ ظاہری کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

۲۔ ملہار راؤ ہلکر کے بیٹے سے اس کی شادی ہوئی۔ ابھی بیس برس کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ بیوہ ہو گئی۔ اس کا شوہر اپنے باپ کے سامنے ہی اس جہان سے انتقال کر گیا۔ صرف ایک لڑکا اور ایک لڑکی یادگار چھوڑے۔ ملہار راؤ کی وفات کے بعد اس کا پوتا جانشین ہوا۔ مگر نو مہینہ کے بعد وہ بھی راہی عدم ہوا۔ اس لئے دھرم شاستر کی رو سے اہلیا ریاست کی وارث ٹھہری۔ ۱۷۶۵ء میں اس نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس وقت اس کی عمر ۳۰ برس سے زیادہ نہ تھی۔

۳۔ کہتے ہیں کہ اس نے خزائن سلطنت پر متصرف ہو کر تمام روپیہ آسائش خلق اور رفاہِ عام کے لئے وقف کر دیا تھا۔ وہ اپنے علاقے

کا انتظام خود کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ علم اور انصاف کے ساتھ حکمرانی کر کے اپنے ملک کی حالت کو بہتر اور رعایا کو مرفہ حال کرے ساہوکاروں اور تاجروں، زمینداروں اور کاشتکاروں کی ترقی جس قدر اس کے دل کی خوشی کا باعث تھی۔ اتنی کوئی اور چیز نہ تھی۔

۴۔ سب سے افضل یہ وصف تھا کہ وہ غیر مذہب والوں کیساتھ زیادہ مہربانی سے پیش آتی تھی۔ اسکی انصاف پروری اور معدلت ہی کا نتیجہ تھا کہ اسکا ملک غنیم کے حملہ سے محفوظ اور اندرونی فتنہ و فساد سے پاک صاف رہا۔

۵۔ یوں تو ہر ادنیٰ اعلیٰ کے ساتھ اس کا برتاؤ نیک تھا لیکن غریب اور محنتی آدمیوں کے حال پر از حد توجہ کرتی تھی۔ وہ اپنے ہی علاقے میں دان پُن نہ کرتی۔ بلکہ اس کا فیض عالمگیر تھا۔ ہندوؤں کے جتنے تیرتھ جاترا ہیں۔ سب مقامات پر اس نے مندر بنوائے تھے۔ اور سالانہ خیرات بھی وہاں بھیجا کرتی تھی۔

۶۔ اس کا دستور تھا کہ تمام مقدمات آپ سنتی۔ ہر مستغیث اسکے دربار میں باریاب ہوتا۔ اس کا قول تھا کہ مجھے اپنے تمام اعمال حکومت کا حساب خدا کو آپ دینا پڑے گا۔

۷۔ اس کی پوجا پاٹ اور ریاضت کے کاموں میں بجز کسی خاص ضرورت کے کبھی فرق نہ آتا تھا۔ سب لوگ نہ دل سے اس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ نہ صرف اس کے ہم قوم بلکہ غیر قوم والے بھی اس کو ایسا ہی مانتے تھے۔ نظامِ دکن اور ٹیپو سلطان بھی اس کی ایسی ہی

عزت کرتے۔ جیسی کہ پیشوا کرتا تھا۔

۸۔ ان باتوں کے سوا ایک بڑی قابل تعریف بات یہ ہے کہ خوشامد سے اس کو نفرت تھی۔ چنانچہ ایک برہمن اس کی تعریف میں کتاب بنا کر لایا جب تک وہ پڑھتا رہا۔ خاموش بیٹھی سنا کی۔ مگر جب ختم کر چکا تو کہا کہ "بھلا میں ضعیف العقل اس صفت و ثنا کی مستحق کب ہوں" یہ کہہ کر وہ کتاب دریائے نربدا میں ڈلوادی اور اس برہمن کی طرف مطلق التفات نہ کیا۔

۹۔ آخر عمر میں اس کو اپنی بیوہ دختر کے ستی ہو جانے کا سخت صدمہ اٹھانا پڑا۔ ۱۷۹۵ء میں جب اس کی عمر ۶۰ سال کی تھی اس نے نہایت فیاضانہ اور منصفانہ حکومت کے بعد اس عالم سے رحلت کی۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

| | | | |
|---|---|---|---|
| سِیرت | اِنتقال | مُتصرِّف | مَعدِلَت |
| بَاریَاب | تعظیم | آندام | رَاہی |
| رِفاہ عَام | رِیَاضت | عَالمگیر | تکرِیم |
| حَمیدَہ | خَزائِن | مُرفّہ حال | مُستغِیث |
| نہ دِل | ضَعِیفُ العَقل | | |

## (۳۵) حکایت مرد کور و بینا

از رنگین دہلوی

ایک اندھا مرد بینا کا تھا یار ۔۔۔ ربط تھا دونوں میں باہم بیشمار

بارے اک باری ہوئے وہ ہم سفر ۔۔۔ ایک جا شب کو ہوا ان کا گذر

تھی پرانی قمچی اک اندھے کے پاس
کچھ سفر کٹنے کی تھی جس سے نہ آس

یک بیک ڈورا گیا۔ قمچی کا ٹوٹ
ہاتھ سے قمچی پڑی اندھے کے چھوٹ

تھی نہ خواہش اسکی چنداں گو سے
پر لگا وہ ڈھونڈھنے ہر سو اُسے

ڈھونڈتا اس کو جو وہ ہر جا گیا
سانپ اس کے ہاتھ میں اک آگیا

خوب جو زی پہ اس کی غور کی
جی میں سمجھا ہے یہ قمچی اور کی

اس سے اس قمچی کو اچھا جان کر
بولا "اے دل! اسکا مت ارمان کر

روشنی اس میں ہوئی جب زور کی
تب پڑی آنکھ اس پہ اس دِلسوز کی

یک بیک گھبرا کے وہ اٹھا پکار
مار، تیرے ہاتھ میں ہے "اس کو مار"

کور بولا "میں دغا کھاتا نہیں"
ان دموں میں مطلقاً آتا نہیں

پا گیا اے دوست! مطلب میں ترا
یعنی میں دوں پھینک اور تو لے اٹھا

کور تھا اس گفتگو کے دھیان میں
سانپ نے کاٹا اسی کی ران میں

زہر کار نگیں! اثر اس کو ہوا
کاٹتے ہی اس کے وہ اندھا موا

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

رَبط قِمچی اَرمان دِل سوز مَار دَم

## (۳۶) سیتا جی

ا۔ ہندوؤں کے ہاں جو شہرت رام چندر جی کی بی بی سیتا جی نے پائی ہے۔ وہ کسی اور عورت کو نصیب نہیں ہوئی۔ طرح طرح مصیبتوں کا جھیلنا اور عجیب عجیب سانحوں کا پیش آنا۔ خاندان

اور مرتبہ کی شرافت حسن خداداد کی لطافت ۔ خوبی خصائل کی فضیلت یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے ہر فرقے کے ہندوان کے نام کو محبت و عقیدت سے یاد کرتے ہیں ۔

۲ ۔ سیتا جی کا باپ راجہ جنک ترہٹ کا فرماں روا تھا ۔ اور صرف یہی دختر نیک اختر مشکوے سلطنت کا اجالا تھی ۔ اس لئے نہایت نازو نعمت سے اس کی پرورش ہوئی ۔ اس کے جمال ظاہری کو کمال اوصاف نے اور بھی چمکا دیا ۔

۳ ۔ اس زمانے میں بہادری اور شجاعت ہی بڑا جوہر تھا ۔ اس لئے راجہ جنک نے عہد کر لیا تھا کہ جو کوئی اس کڑی کمان کو کھینچ لے گا جو اس کے ہاں رکھی ہوئی تھی ۔ وہی اس کی پیاری قرۃ العین سیتا کو پائے گا ۔

۴ ۔ جب سیتا جی کے جمال و کمال کا آوازہ تمام آریہ ورت میں پھیل گیا تو دور و نزدیک کے راجہ اس کے خواستگار ہوئے ۔ مگر رامچندر جی کے سوا جن کا آغاز شباب تھا ۔ اور فن تیر اندازی میں دستگاہ کامل پیدا کی تھی ۔ کوئی کامیاب نہ ہوا ۔ انھوں نے صرف کمان کو کھینچا ہی نہیں بلکہ اپنی شہ زوری سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے ۔ بس عہد کے بموجب ان کے ساتھ سیتا کی شادی ہوگئی ۔ وہ اس کو لیکر اجودھیا میں واپس آئے ۔ اجودھیا ان کے باپ کا دارالحکومت تھا ۔

۵ ۔ کچھ مدت کے بعد ان کے پتا جسرتھ نے اپنی ایک عزیز بی بی کے

اغوا سے رامچندر کو چودہ برس کا بَن باس دیا۔ رامچندر نے بلا عذر باپ کے اس سخت حکم کی تعمیل کی۔ اس جلا وطنی میں ان کی باوفا بی بی سیتا اور ان کے برادر عزیز لچھمن نے حق رفاقت ادا کیا۔ یہ شاہی گروہ اجودھیا کی رعایا برایا کو اپنی مفارقت کے رنج والم میں گریہ وزاری کرتا ہوا چھوڑ کر رخصت ہوا۔ الہ آباد سے گذر کر چترکوٹ پہاڑ پر پہنچے۔ کئی سال کی دشت نوردی کے بعد منبع گوداوری کے قریب پنچوٹی پر اقامت اختیار کی تاکہ باقی ایام وہاں بسر کریں۔

۶۔ جنگل کے پھل پھلاری اور شکار پر گذر اوقات کرتے تھے رام چندر اور لچھمن باری باری سے صید افگنی کو جاتے، مگر ایک بھائی سیتا کی تشفی خاطر اور حفاظت کی نظر سے موجود رہتا۔ قضارا ایک روز رام چندر جس سمت کو شکار کے لئے گئے تھے۔ ادھر سے نالہ و بکا کی آواز آئی۔ ناچار لچھمن سیتا کو تنہا چھوڑ کر تفتیشِ حال کے لئے چلے گئے۔ ان کا جانا تھا کہ لنکا کا راجہ راون سیتا جی کو جبراً اپنے ساتھ لے گیا۔

۷۔ جب رام چندر جی نے معاودت کی اور سیتا کو قیام گاہ پر نہ پایا تو بغایت مضطرب ہوئے اور جنگل جنگل تلاش کرتے پھرے۔ آخر کو جب پتہ مل گیا تو راجہ کرناٹک کے بھائی سگریو کی اعانت سے لنکا پر لشکر کشی کا عزم کیا۔

۸۔ آغاز جنگ سے پیشتر ہنومان جو سگریو کا وزیر اعظم اور سپہ سالار تھا۔ راون کے سمجھانے کو بھیجا۔ جب صلح وصلاح سے راون راہ راست

پر نہ آیا تو ہنومان سیتا کو تسلّی و تشفی دے کر واپس چلا آیا۔ پھر تو رام چندر جی کے لشکر نے سیت بند کو عبور کر کے خوب معرکہ آرائی اور جدال و قتال کیا۔ یہاں تک کہ بدذات راون ان کے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔ اور اپنے کردار کی پاداش کو پہنچا۔

۹۔ یہ فیروز مند گروہ سیتا کو زندان بلا سے چھڑا کر وطن کی جانب پھرا۔ مگر اوّل اس غم زدہ قیدی کو اپنی عفت و عصمت کے ثبوت میں ایک ہولناک امتحان آگ میں گرنے کا حکماً دینا پڑا۔ کیونکہ اس زمانہ میں مشتبہ عورت کیلئے دہکتی ہوئی آگ یا جلتے توے پر برہنہ پا چلنا ہی پاک دامنی کی شہادت خیال کی جاتی تھی۔

۱۰۔ اس سخت آزمائش کے بعد رام چندر اور سیتا جی دھوم سے اجودھیا میں داخل ہوئے اور تخت شاہی نے راجہ رامچندر جی کے جلوس سے رونق تازہ پائی۔ سیتا جی نے جبلی نیک مزاجی۔ خوشخوئی اور نہایت خلوص و وفاداری سے اپنے نامور شوہر کے دل میں ازدیاد محبت کا بیج بویا۔ کچھ عرصے کے بعد آثار حمل نمودار ہوئے اور دستور کے موافق حاملہ کی حفاظت اور خوشی کے سازو مان کیئے گئے۔ مگر افسوس کہ انقلاب روزگار نے بہت جلد اس مسرت کو کلفت سے بدل دیا۔

۱۱۔ عوام الناس نے سیتا جی کی عفّت اور بے گناہی کو تسلیم نہ کیا۔ بلکہ گھر گھر بدگمانی اور الزام کا چرچا ہونے لگا۔

ناچار رام چندر جی نے پیاری بی بی کو جلاوطن کیا۔ لچھمن جی

اس بیکس شکستہ خاطر کو بن کے اندر بالمیک کی منڈھی کے پاس چھوڑ آئے وہیں لو اور کش دو توام لڑکے پیدا ہوئے جنہوں نے بالمیک کی سرپرستی میں پرورش پائی۔

۱۲۔ جس وقت رام چندر جی نے اشومیدھ جگ کیا۔ تو یہ لڑکے بھی بالمیک کے ساتھ اجودھیا کو گئے اگرچہ ان کا لباس غریب برہمن زادوں کا سا تھا۔ مگر ان کی شکل، و صورت سے جلال شاہی اور شکوہ امارت ٹپکتا تھا اس لئے اصل حال مخفی نہ رہ سکا اور بہت جلد ان کا حسب و نسب سب پر آشکارا ہو گیا۔

۱۳۔ اس وقت بالمیک نے بھری مجلس میں سیتا جی کی سفارش کی اور تمام الزام و اتہام جو ان کی عصمت پر لگائے گئے تھے رفع کر دیئے تب تمام راجاؤں اور سرداروں نے جو اس جشن میں جمع ہوئے تھے متفق اللفظ یہی کہا "سیتا ستونتی ہے اور اس کو واپس بلا لینا مناسب ہے" لیکن اور اہل مجلس نے خاموشی اختیار کی اور واپسی کی رائے نہ دی۔ اس لئے رامچندر جی کو رعایا کی رضامندی کے بغیر ایسا کرنا مصلحت نہ معلوم ہوا۔

۱۴۔ بالمیک نے یہ صورت دیکھ کر کہا کہ "اب بھی کسی کو شک و شبہ ہو۔ تو مکرر آزمائش ہو سکتی ہے" سیتا جی کو جو تکلیفیں سہتے سہتے اور مصیبتیں اٹھاتے اٹھاتے نہایت نحیف و ناتواں ہو گئی تھیں یہ باتیں اس قدر شاق گزریں کہ تاب نہ رہی۔ غم و غصہ کے جوش میں

غش کھا کر گر پڑیں اور آخر دم تک ہوش میں نہ آئیں۔ رامچندر جی کو اس سانحہ کا ایسا قلق ہوا کہ آخر کار اپنے تئیں دریائے سرجو کے حوالے کیا۔

۱۵۔ الغرض سیتا ایک نیک طینت۔ باوفا صابر، مستقل مزاج اور خاوند کی فرماں برداری کرنے والی بی بی کا ایک عجیب اور بے نظیر نمونہ تھی۔

یاد کرو تلفّظ اور معنیٰ

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| لَطَافَت | خَصَائِل | قُرۃُالعَین | شَبَاب | دَستگاہ |
| اِغوا | دَشت نوردی | صَیداَفگنی | تَفتِیش | مُعَاوَدَت |
| مُضطَرِب | عَبُور | جِدَال | قِتَال | پَادَاش |
| عِفّت | عِصمَت | شَہَادَت | جُلُوس | جِبلّی |
| خُلُوص | اِزدِیاد | حَمل | جَلَال | شِکُوہ |
| اِمارَت | حَسَب | اِتّہام | سَانِحَہ | طِینَت |

## ۳۷ حکایتِ روباہ

از رنگین دہلوی

لومڑی کا دشمن اک خرگوش تھا
ایک دن اک بھیڑیئے کا بنکے یار
کہہ دیا تجھ پر سے یہ میری جان ہے
مجھ بڑے کو مکر تھے ہر چند یاد
لومڑی کے در پہ اس کو کر کھڑا

پر بہت بے عقل اور بے ہوش تھا
یوں لگا کہنے اسے ”اے غم گسار“
آج کے دن تو مرا مہمان ہے
ہولیا پر ساتھ اس کے ہو کے شاد
آپ وہ خرگوش پھر اندر بڑھا

لومڑی سے یوں کہا "کر کچھ علاج
اس نے گھبراہٹ سے تو یہ بات کی
تھی عداوت کی جو آتی اس سے بو
بولی "اس رستے سے اس کو لائیو
تھا بنایا اس نے جو اس راہ کو
جونہیں پہنچے آ کے اس رستے سے واں
آپ سے دونوں اسیر چہ ہوئے
ہے برائی کا ثمر رنگیں! یہی
نیک و بد کی کیا تجھے اٹکل نہیں

تیرے گھر مہمان اک آیا ہے آج"
سمجھی وہ کچھ ہے مقرر اس میں فی
جانتی تھی اس کو وہ اپنا عدو
آگے آگے اس کے پر تو آئیو"
واں کیا خس پوش تھا اک چاہ کو
گر پڑے اس میں وہ دونوں ناگہاں
بچ رہی وہ اور وہ دونوں موئے
پوست کندہ میں نے تجھ سے یہ کہی
راہ سے بے راہ ہرگز چل نہیں

یاد کرو تلفظ اور معنی

غمگُسار | مُقرّر | عُدُو | شَادُمَانی
اَسِیر | چَاہ | پُوسْت کَنْدہ

## (۳۸) چھاپہ کا ایجاد

۱۔ اس صنعت کی ایجاد نے علوم و فنون کے قالب میں ایک تازہ روح پھونک دی ہے۔ جب تک قلم سے کتابت ہوتی تھی۔ کتابوں کی تصنیف و تالیف اور ان کی اشاعت کم ہوتی تھی۔ اس لئے علم و ہنر کا بازار سرد تھا۔ مگر چھاپہ کی ایجاد نے کتابوں کو پانی کے مول کر دیا اور بہت سا وقت اور بڑی محنت جو کتابوں کے لکھنے

میں صرف ہوتی بچادی۔

۲۔ اگلے وقتوں میں جب روم و یونان پر تباہی آئی۔ تو جنگ و جدل کے زمانہ میں اکثر حکما کی تصنیفات جن کے نسخے بہت کم تھے غارت ہوگئیں پھر وہ ایسی مفقود ہوئیں کہ دنیا میں ان کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ اب چھاپہ کی بدولت ایک ایک کتاب کے ہزارہا نسخے تیار ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کتابوں کے بالکل نیست و نابود ہو جانے کا خطرہ بہت کم ہو گیا ہے، مگر چھاپہ کی بدولت جس طرح عمدہ کتابیں اور مفید مضامین رواج پاتے ہیں جنکا مطالعہ انسان کے لئے مفید ہے اسی طرح برے مضمون اور مضرت رساں کتابیں بھی شائع ہو سکتی ہیں۔ اسی نظر سے چھاپہ خانہ کے واسطے گورنمنٹ نے خاص قانون بنا دیا ہے۔ تاکہ کوئی شخص اس مفید آلہ کو برے کام میں نہ لائے۔

۳۔ چھاپہ کے ایجاد کا دعویٰ اہلِ ہالینڈ اور اہل جرمنی دونوں کرتے ہیں مگر تحقیق یہ ہے کہ موجد اس کا ہالینڈ ہے۔ البتہ اہلِ جرمنی نے اس کو رونق و ترقی دی ہے۔ کہتے ہیں ۱۴۲۳ء میں ایک شخص نے بطور تفنن درخت پر کچھ نقش و نگار کھودے اور سیاہی لگا کر کاغذ چپکا دیا۔ اس کاغذ پر اچھے خاصے نقش اٹھے۔ پھر تو لکڑی کھود کر چھاپنے کا رواج شروع ہو گیا۔

۴۔ بارہ برس کے بعد ایک شخص جو چھاپہ خانہ کا ملازم تھا۔ ہالینڈ سے بھاگ کر جرمنی میں آیا۔ آلات طبع جرا کر ساتھ لایا۔ اور یہاں صنعت

کو رواج دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ لکڑی جلد گھستی اور حرف خراب ہو جاتے ہیں۔ تو سیسے پر حرف بنانے کی ترکیب نکالی۔ مگر اس طرح حرفوں کے کندہ کرنے میں بھی بہت وقت صرف ہوتا تھا۔ پھر اس نے ایک اور شخص کو اپنا شریک حال بنایا۔ اور اس کو نصفا نصف منافع کا ساجھی کر لیا۔ باہم قول و قرار ہو گیا کیونکہ اس وقت تک یہ صنعت بطور خفیہ راز کے تھی۔ اس شخص نے اول فولادی حرف تیار کیے، اور ان کا ٹھپہ تانبے پر اٹھا لیا۔ اس طرح تانبے کا قالب بنا کر اس میں سیسے کے حروف ڈھالنے لگا۔ پھر تو چھاپنے میں آسانی ہو گئی۔

۵۔ ۱۴۶۲ء میں ایک بار اس شہر کو جہاں یہ چھاپنے والے رہتے تھے غنیم نے فتح کر دیا۔ باشندے خوف جان سے بھاگ نکلے۔ یہ لوگ بھی اپنے وطن کو چھوڑ ادھر ادھر نکل گئے۔ اس وقت سے اور ملکوں میں بھی اس صنعت نے رواج پایا۔ ملک انگلستان میں یہ صنعت ۱۴۷۸ء سے شروع ہوئی ہے۔ مگر آکسفورڈ کے مدرسے میں بعض کتابیں ۱۴۶۸ء کی مطبوعہ بھی ملتی ہیں۔

۶۔ ہندوستان میں چھاپے کے آنیکا قصہ یوں مشہور ہے کہ شاہ انگلستان نے ایک معتمد ملازم زر کثیر دے کر ہالینڈ کو روانہ کیا۔ کہ کسی تدبیر سے اس صنعت کو حاصل کرے۔ اس نے بھیس بدلکر کچھ عرصہ تک اس ملک میں قیام کیا۔ کیونکہ اس وقت تک یہ صنعت غیروں سے مخفی رکھی جاتی تھی۔ اور اگر معلوم ہوتا کہ کوئی شخص غیر ملک کا اس سیکھنے آیا ہے

تو وہ اس قصور پر قید کر دیا جاتا تھا۔

غرض انگلستانی عیار نے اپنے حسن تدبیر سے چھاپہ خانہ کے ایک ملازم کو جو اس فن سے بخوبی واقف تھا۔ پرچا لیا۔ اور زر کثیر دیکر اس کو انگلستان آنے پر رضامند کیا۔ ایک روز خفیہ طور پر یہ دونوں آدمی شہر سے نکلے اور سمندر کے ساحل پر پہنچکر اس جہاز میں سوار ہو گئے۔ جو شاہ انگلستان کی طرف سے اس خدمت کے واسطے متعین تھا۔

۷۔ جب چھاپہ کا ہنرمند انگلستان جا پہنچا تو بادشاہ نے لندن میں اس کارخانہ کا بنانا مصلحت نہ جان کر اس کاریگر کو آکسفورڈ میں بھیج دیا۔ جہاں اس نے کارخانہ کی بنا ڈالی۔ اور چند انگریزوں کو یہ فن سکھایا پھر تو روز بروز اس عجیب اور مفید صنعت کا رواج بڑھتا گیا اور بہت کچھ ترقی اس میں ہوئی۔ یہانتک کہ آجکل چھاپہ کی کلیں بخاری انجن کے ذریعے سے چلائی جاتی ہیں۔ اور ایک روز میں اتنا کاغذ چھاپ دیتی ہیں جتنا ہاتھ کی کلیں مہینوں میں نہ چھاپ سکیں انگریزوں کی بدولت یہ صنعت ہندوستان میں پہنچی اور اس کی برکت سے کتابوں کی وہ ارزانی ہوئی کہ ہر ادنیٰ اور غریب شخص بھی خرید سکتا ہے۔ اگلے وقتوں میں جو قلمی کتاب روپیہ کو بمشکل میسّر آتی تھی وہ اب آنہ میں دستیاب ہو سکتی ہے۔

یاد کرو بلفظ اور معنیٰ

تَصنِیف جَدَل مَضرَّت تَفَنُّن مَطبُوعہ تَالِیف مَفقُود شَائِع آلات مُعتَمَد اِشَاعَت نسخَہ مُوجِد طَبَعُ عَیَّار

## (۳۹) حکایت ماہی عقلمند و کم عقل و بے عقل
از رنگین دہلوی

دشت میں مدت سے تھا اک آبگیر — مچھلیاں تین اسمیں رہتی تھیں صغیر
شام کو صیاد پہنچا اک وہاں — بولا "ڈالوں گا سحر کو جال یاں"
وہ جو تھی دانا تو سن اس بات کو — بہ گئی آگے وہاں سے رات کو
صبح کو صیاد نے اٹھتے ہی بس — جال کو پانی میں پھینکا کر ہوس
وہ جو تھی کم عقل مچھلی اس گھڑی — سمجھی اب مجھ پر مصیبت آپڑی
جان پر اپنی وہ اک دم اڑ گئی — بن کے مردہ پھر تو وہ چت پڑ گئی
جان کر مردہ اُسے صیاد نے — دور پھینکا واں سے اس استاد نے
یوں بچا کر لے گئی وہ اپنی جان — تیسری کا اب سنو مجھ سے بیان
بس کہ وہ احمق تھی آئی دام میں — اس کو وہ صیاد لایا کام میں
بس یہ لازم ہے کہ پیش از مرگ یار — کام فرما عقل کو، رہ ہوشیار
تاکہ دانا سب کہیں دانا تجھے — جانیں عاقل اور فرزانا تجھے
یعنی کر لے کچھ جوانی میں حصول — بندگی ہوتی ہے اس سن کی قبول
اور جو پیری میں تجھے آیا خیال — ہے غنیمت تو بھی اے فرخندہ فال

گر رہا پیری میں بھی اس چال پر
تو تو رنگیں وائے تیرے حال پر

یاد کرو تلفظ اور معنی

دشت — آبگیر — صَغیر — فرزانہ — فرخندہ فال — وائے

# (۴۰) غیاث الدّین و شہاب الدّین

۱۔ یہ دونوں حقیقی بھائی خاندان غور کے شاہزادے تھے شجاعت سخاوت، خلق و مروّت میں ایکدوسرے سے فائق و برتر۔ جب غیاث الدین کو تخت سلطنت نصیب ہوا تو چھوٹے بھائی کو مدار المہام اور سپہ سالار بنایا یہی شہاب الدین تھا جس نے ہندوستان کو فتح کر کے اسلامی سلطنت کی بنیاد جمائی۔ ان دونوں بھائیوں میں ساری عمر ایسا ایسا اتفاق و اتحاد رہا کہ جسکی نظیر شاہی خاندانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے۔

۲۔ ایک بار ان کے چچا ملک فخر الدین نے سلطنت غور کے دعوے سے دونوں بھتیجوں پر یورش کی۔ لیکن ان کے مقابلہ میں شکست کھا کر گرفتار ہوگیا۔ یہ دونوں بھائی جب چچا کے روبرو پہنچے۔ تو فوراً پیادہ پا ہو کر اس کی رکاب کو بوسہ دیا اور نہایت تعظیم و تکریم بجالائے۔ قیدی چچا نے یہ مدارات دیکھ کر شبہ کیا کہ شاید میری ہنسی کرتے ہیں۔ مگر یہ شبہ بہت جلد رفع ہوگیا اور اس کو یقین آگیا کہ دونوں سعادت مند سچے دل سے انسانیت و قرابت کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ آخر کار بہت آرام کے ساتھ اس کو بلخ تک پہنچا دیا۔

یاد کرو تلفّظ اور معنیٰ

فائق　　مدارُ المہام　　مُدارات

# (۱۴) پرتھی راج اور شہاب الدین غوری

۱۔ خاندان چوہان کا آخری فرماں روا پرتھی راج تھا۔ جس کو رائے پتھورا بھی کہتے ہیں۔ دِلّی اور اجمیر کی دونوں ریاستیں اسی کے زیر نگیں تھیں۔ اجمیر کو اپنا پایہ تخت بنایا تھا۔ دِلّی کی حکومت اپنے بھائی کھانڈے رائے کو سپرد کی تھی۔ اسی عہد میں سلطان غیاث الدین غور کا بادشاہ اور اس کا چھوٹا بھائی شہاب الدین امیر لشکر اور حاکم غزنی تھا۔

۲۔ شہاب الدین غزنی کا انتظام کرکے ملک ہند کی تسخیر پر آمادہ ہوا۔ اوّل لاہور کے بادشاہ خسرو ملک کو اسیر دستگیر کرکے پنجاب پر قبضہ کرلیا۔ پھر سندھ و راجاؤں کی عملداری میں قدم بڑھایا اور قلعہ سرہند کو سر کیا۔ اب سلطان مراجعت کی تیاری کر رہا تھا کہ رائے پتھورا کی لشکر کشی کا غلغلہ سنا۔ خود پیش قدمی کرکے آگے بڑھا۔ ادھر سے رائے کا لشکر پہنچا۔ تلاوڑی کے میدان میں ہنگامۂ کارزار گرم ہوگیا۔

۳۔ جس وقت سلطان کی فوج راجپوتوں کے قلب پر جھکی ہوئی تھی۔ اس کا دایاں اور بایاں بازو شکست کھا کر بھاگا۔ مگر سلطان کچھ رفیقوں سمیت میدان میں جما رہا۔ کھانڈے رائے نے ہاتھی اس پر ریلا سلطان بھی گھوڑا چمکا کر بڑھا۔ اور نیزے کا ایسا ہاتھ مارا کہ دانت توڑ کر اس کے منہ میں اتر گیا۔ مگر سلطان کے بھی زخم کاری لگا۔

قریب تھا کہ پشت زین سے جدا ہو جائے۔ یہ کیفیت دیکھ کر ایک خلجی بچہ اس کے پیچھے ہو بیٹھا اور گھوڑے کو مہمیز کر کے دشمنوں کے نرغہ سے صاف نکال لے گیا۔ پھر تو باقی فوج کے قدم بھی اٹھ گئے۔ اور یہ ہزیمت خوردہ لشکر سخت تباہی کے بعد لاہور میں داخل ہوا۔

۴۔ چندے قیام کر کے سلطان نے غزنی کی جانب کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچکر فراریوں کو سخت سزائیں دیں۔ ظاہرا عیش و آرام کا نقشہ جمایا۔ اور اپنے آپ کو بے پروا بنایا۔ لیکن خفیہ طور پر لشکر کی درستی اور سامان جنگ کے تہیہ میں شب و روز مصروف رہا۔

۵۔ رائے پتھورا غنیم کے خطرے سے فارغ البال ہو کر فتح کا نقارہ بجاتا اپنی راجدھانی میں آبیٹھا۔ اسی اثنا میں قنوج کے راجہ جے چند نے جگ راجسو کا ارادہ کیا۔ اس جشن کا آئین یہ تھا کہ گرد و نواح کے راجہ طلب ہوتے ہر قسم کی خدمتیں اپنے ہاتھ سے بجالاتے۔ اسی جلسہ میں راجہ کی لڑکی کا سوئمبر بھی قرار پایا تھا۔ رائے پتھورا اس تقریب کی شرکت پر آمادہ ہوا۔ اتفاقاً کوئی ہم نشین بول اٹھا "چوہان کے ہوتے جے چند کو یہ حوصلہ زیب نہیں دیتا" رائے کو بھی راجپوتی مڑک آگئی۔ جانا ملتوی کر دیا۔

۶۔ جے چند اس کے نہ آنے سے ایسا برہم ہوا کہ رائے کی طلائی مورت بنوا کر جشن کے دنوں میں دربان کی جگہ کھڑی کرادی۔ جب سنا کہ اس کی ہتک اس طرح کی گئی ہے۔ تو رائے کو تاب نہ رہی۔ کچھ جودھا جوان

ہمراہ لے تماشائیوں کے لباس میں جا دھمکا اور اس مورت کو بے دھڑک اٹھا لایا۔ قنوج والے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

برق تھی صرصر تھی یا تھا زلزلہ

واہ رے جانباز تیرا حوصلہ

۷۔ راجہ کی دختر سنجوگتی یہ داستان سُنکر رائے کی دلیری پر شیفتہ ہوگئی اور اس کے سوا کسی کو پسند نہ کیا۔ باپ سخت آزردہ ہوا۔ دولت خانہ سے نکال ایک جدا مکان میں اس کو نظر بند کر دیا۔ جب رائے کو یہ خبر لگی تو سَو ساونت ساتھ لے پھر یکایک قنوج پر ٹوٹ پڑا۔ اور دن دہاڑے سنجوگتی کو لے چلا۔ قنوج کے سورماؤں کی حمیت بھی جوش میں آئی تعاقب کر کے راہ میں جا لیا۔ وہ رن پڑا اور کھانڈا بجا کہ دلاوروں کے خون سے زمین رنگین ہوگئی۔ اگرچہ رائے کے سب جاں نثار کام آئے۔ اِلّا اس لعل بے بہا کو ہاتھ سے نہ دیا۔ مر کٹ کر دلی تک لے ہی پہنچا۔

۸۔ اس معرکہ سے ایک سال بعد سلطان شہاب الدین نے پھر یورش کی لیکن سرداران لشکر سے اپنا منصوبہ پوشیدہ رکھا۔ پشاور میں پہنچ کر ایک بوڑھے سپاہی نے عرض کیا: "خداوند! اس لاؤ لشکر سے تو کسی بڑی مہم کے آثار نظر آتے ہیں۔ پھر امرا سے اس راز کے مخفی رکھنے میں کیا مصلحت ہے؟ سلطان نے آہِ سرد بھر کر کہا: "سن پیر مرد! جس دن سے میں نے راجپوتوں کے مقابلے میں زک پائی۔ حریم دولت میں بستر کو بیٹھ نہیں لگائی۔ ہنوز وہ خون آلود پیراہن نہیں بدلا جو لڑائی کے وقت

میرے تن پر تھا۔ آج تک ان امیروں کا منہ نہیں دیکھا جو مجھ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے، اب غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ یا تو دشمن سے انتقام لوں یا سرِ میدان لڑ کر جان دوں۔

۹۔ پیرمرد نے دعائے خیر دے کر کہا "صلاح وقت یہ ہے کہ امرا کی تقصیر معاف فرمائیے، اُن کا رتبہ بڑھائیے۔ تاکہ آئندہ سرخرو بنیں اور پچھلے قصور کا بدل کریں"۔ سلطان نے اُس کی صلاح مان لی۔ ملتان پہنچ کر ایک دربار کیا۔ لشکر کے سرداروں کو جمع کر کے ان کے حال پر مہربانی فرمائی اور اپنا منشا سمجھایا۔ سب نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر عہد و پیمان کو تازہ کیا۔

۱۰۔ اب لاہور پہنچ کر رائے کے نام نامہ لکھا گیا کہ "یا تو ہماری اطاعت قبول کرو یا جنگ و پیکار کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جب پیک سلطانی رائے کے درِ دولت پر حاضر ہوا۔ تو کسی کو تاب نہ تھی کہ یہ خبر گوش گزار کرے۔ چند ابھاٹ سات ڈیوڑھیاں طے کر کے راجہ کے حضور میں پہنچا اور سلطان کی یورش کا حال بیان کر کے اس کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ رانی سنجوگنی بھی جس کی بدولت رائے کی یہ بری گت ہو گئی تھی۔ کہنے لگی۔ اے راجہ! بزم عیش ختم ہوئی۔ اب میدان رزم کو آراستہ کر۔ ملک و ملت ترکوں کی ترک تاز سے بچا۔"

۱۱۔ الغرض رائے نے سلطان کے سفیر کو سخت جواب دے کر رخصت کیا۔ اور ہمہ تن جنگ کی تیاری میں مشغول ہوا۔ قرب دجوار

کے راجاؤں کو خبر پہنچائی۔ عرصۂ قلیل میں لاکھوں سورما راجپوت اسکے
جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ جب کوچ کی ساعت نزدیک پہنچی۔ رانی سنجوگنی
نے اپنے ہاتھ سے زرہ بکتر پہنایا۔ ہتھیار بدن پر سجارائے کا آخری دیدار
دیکھا اور آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ ادھر کوچ کے نقارہ پر چوب پڑی،
اُدھر رانی کا کلیجہ ہل گیا۔ راجہ اہلِ خاندان کو وداع کرکے راجپوت سرداروں
کے ساتھ رنجیت دروازہ سے نکلا۔ لشکر کو کوچ کا حکم سنایا۔ اور منزل بہ
منزل تھانیسر کے میدان میں جا پہنچا۔ دریائے سرستی کے وار پار دونوں
لشکر خیمہ زن ہوئے۔

۱۲۔ ایک رات سلطانی لشکر نے دریا کو عبور کرکے صبح دم طبلِ جنگ
آبجایا۔ راجپوتوں نے آنکھ کھولی تو غنیم کو سر پر موجود پایا۔ ایک گروہ نے
جھٹ پٹ آگے بڑھ کر دشمن کو روکا۔ اتنے میں سارا لشکر صف بستہ ہو
کر سامنے آگیا۔

۱۳۔ سلطان کا لشکر چار حصوں میں تقسیم تھا۔ ہر حصّہ باری باری سے
حملہ کرتا تھا۔ مگر دلاور راجپوت بھی ایسے جی توڑ کر لڑے کہ ترکوں کے دل
میں ہیبت بیٹھ گئی۔ اب سلطان ظاہرا شکست کی صورت بنا کر پیچھے
ہٹا۔ راجپوتوں نے جو تعاقب شروع کیا تو ان کی ترتیب درہم برہم ہو گئی۔
اس وقت سلطان نے پلٹ کر تازہ دم فوج سے پھر حملہ کیا۔ لیکن یہ
تدبیر بھی راست نہ آئی۔ فتح اور شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔

۱۴۔ جب ہوا نہایت گرم ہو گئی اور سورج سر پر آگیا تو رائے نے

درختوں کے سائے میں پناہ لی۔ ڈیڑھ سو راجہ مہاراجہ اسکے گرداگرد جمع ہوئے۔ سب نے تلواروں پر ہاتھ رکھ کر عہد و پیمان کیا۔ آخیر دم تک لڑنے کی قسم کھائی۔ شربت پیا۔ پان کا بیڑا چبایا۔ تلسی کے پتے زبان پر دھرے۔ پیشانی پر قشقۂ زعفرانی کھینچا اور ذرا دم لیا۔

۱۵۔ ب کسی قدر دن ڈھل گیا تھا کہ سلطان غوری بارہ ہزار سوار خاصہ لیکر اپنی جگہ سے ہلا۔ سواروں کے سروں پر مرصّع خود۔ بدن پر فولادی جوشن۔ ایک ہاتھ میں تلوار۔ ایک ہاتھ میں نیزہ۔ باگیں اٹھائے کنوتیوں سے کنوتیاں ملائے دریائے مواج کی طرح اُمنڈ آئے۔ اس پُرزور حملہ نے راجپوتی سپاہ میں کچھ ایسا زلزلہ ڈالا کہ یکایک ہوا پلٹ گئی۔ چشم زدن میں کچھ سے کچھ ہو گیا وہ شان دار فوج جو پہاڑ کی طرح جمی کھڑی تھی۔ دم کے دم میں تہ و بالا ہو گئی۔ بڑے بڑے نامی گرامی سردار میدان میں کام آئے۔ رائے پتھورا گرفتار ہو کر مارا گیا۔

۱۶۔ جب سرداروں کا یہ حال ہوا تو بن سری فوج کیا لڑتی۔ اور کس کا سہارا پکڑتی؟ جس طرف جس کا منہ اٹھ گیا بھاگ نکلا۔

جہاں کل سپہ دار تھے حکمراں — کھڑے تھے جہاں ترچھے بانکے جواں
جہاں کل تھے فیلان جنگی ہزار — کداتے تھے گھوڑے جہاں شہسوار
جہاں پاسباں کل تھے للکارتے — پرندے بھی ڈرتے تھے پر مارتے
وہاں آج لاشوں کے انبار ہیں — پڑے ہر طرف سینہ افگار ہیں
وہ سر جس پہ تھا، کل جواہر کا تاج — وہ ہے خاک اور خوں میں آلودہ آج

۱۷۔ رانی سنجوگنی دم دم کی خبریں منگاتی تھی۔ جب اس حادثۂ جانکاہ کی سناؤنی آئی۔ تو اس نے زندگی پر موت کو ترجیح دی۔ چتا میں بیٹھ اپنے تنِ نازنیں کو آتشِ سوزاں کے حوالے کیا۔ تھوڑی دیر میں مشتِ خاکستر کے سوا اس کا کچھ نام و نشان باقی نہ رہا۔

تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی تو نے او بادِ صبا — مؤلف
یادگارِ رونقِ محفل تھی پروانے کی خاک

اس طرح دولت چوہان کا خاتمہ اور غوریوں کی سلطنت کا آغاز ملکِ ہند میں ہوا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| کَارزَار | تہیَّہ | پَیرَاہَن | مِلَّت | مُرَصَّع | مَہمیز |
| فارِغُ البَال | تَلَافِی | تُرک تاز | خُود | نَرغہ | صَرصَر | پَیکَار |
| وِدَاع | جَوشَن | اَعدَا | زَلزَلہ | پَیک | تَعَاقُب |
| چَشم زَدَن | فَرارِی | شَیفتہ | رَزم | قَشقَہ | تَرجیح |

## (۴۲) کوہِ ہمالیہ — از مؤلف

ہے ہمالہ پہاڑ سر جیون
جس کے اوپر تلے کھڑا ہے بَن
بیل بوٹوں سے بن رہا ہے چمن
سبز چوٹی ہرے بھرے دامن
ہے ہر ایک ڈھانگ اس کی پھلواری
سرد چشمے جہاں تہاں جاری
لالہ خود رو ہے اور اس کے پاس
لہلہاتی ہے خوبصورت گھاس

سیکڑوں قسم کے ہیں پھول کھلے
پیڑ باہم کھڑے ہوئے ہیں ملے

کہیں بن مالتا کہیں بیلا
کہیں اخروٹ اور کہیں کیلا

سال کا کیا ہی خوب جنگل ہے
سورماؤں کا بن کے دنگل ہے

سرو و شمشاد ہیں قطار قطار
ریچھ پھرتے ہیں بن کے چوکیدار

ہیں چٹانوں پہ کودتے لنگور
ایک ہی جست میں وہ پہنچے دور

ہیں ترائی میں ہاتھیوں کے غول
کوئی پاگل ہے اور کوئی بھول

شیر خونخوار شاہ ہے یاں کا
باڑھے چیتل کو خوف ہے جاں کا

بارہ سنگے غریب پر ہے لتاڑ
سینگ ہیں اسکے جھاڑ اور جھنکار

وہ جو ہے ہند کا بڑا ساگر
واں سے چلتا ہے ابر کا لشکر

کوچ در کوچ روز بڑھتا ہے
پھر ہمالہ پر آکے چڑھتا ہے

کبھی دیتا ہے باندھ مینھ کا تار
کبھی کرتا ہے برف کی بھرمار

تھا چڑھا یوں پہاڑ پر پانی
کی ہے قدرت نے کیا ہی آسانی

واں سے چشمے بہت ابل نکلے
ندی نالے ہزار چل نکلے

سندھ و ستلج ہیں مغربی دریا
اور پورب میں میگھنا۔ گنگا

ہیں یہ دریا بہت بڑے چاروں
جن میں بہتا ہے پانی الغاروں

پس سمندر سے جو رسد آئی
یوں ہمالہ نے بانٹ کر کھائی

ہوا سرسبز ہند کا میدان
تیری حکمت کے اے خدا قربان

ہند کی سرزمیں ہے ان ماتا
اور ہمالہ پہاڑ جل داتا

اے ہمالہ پہاڑ! تیری شان
دنگ رہ جائے دیکھ کر انسان

ساری دنیا میں ہے تو ہی بالا — پہنچے جب پاس سے دیکھنے والا
سامنے اک سیاہ دَل بادل — دیو کی طرح سے کھڑا ہے اٹل
گھاٹیاں جن میں گونجتی ہے صدا — آبشاروں کا شور ہے برپا
دبدبہ اپنا تو دکھاتا ہے — گویا میدان کو ڈراتا ہے
ہے مرے دل میں یہ خیال آتا — کاش چوٹی پہ تیری چڑھ جاتا
واں سے نیچے کا دیکھتا میداں — جس میں گنگ و جمن ہیں تیز رواں
دو لکیریں سی وہ نظر آئیں — دائیں بائیں کو صاف لہرائیں
اس تماشے سے جبکہ جی بھرتا — تو شمالی طرف نظر کرتا
شام کو دیکھتا بہار بڑی — گویا سونے کی ہے فصیل کھڑی
پھر وطن میں جب آن کر رہتا — دوستوں سے یہ ماجرا کہتا

یاد کرو تلفظ اور معنی

سَرجیون خُودرَو آبشارُوں اَلغارُوں فَصِیل مَاجَرا

## (۴۳) تحمّل اور وفائے وعدہ

۱۔ ایک بار سلطان فیروز تغلق نے بنگالہ پر فوج کشی کی تھی۔ اس مہم میں اس کا بیٹا فتح خاں بھی ہمرکاب تھا۔ اگرچہ شاہزادہ صغیر سن تھا۔ مگر اور بچوں کی طرح اس کو لہو و لعب کا شوق بالکل نہ تھا صبح سے دوپہر تک اور شام سے پہر رات گئے تک نوشت و خواند میں مصروف رہتا۔ مجلس داری اور سواری کے اوقات میں جو اُمور

پیش آتے ان کو اس خوبی سے فیصل کرتا کہ بڑے بڑے ذی عقل و سن رسیدہ حیران رہ جاتے۔

۲۔ ایک روز نیند کا غلبہ ہوا۔ مکتب سے اُٹھ محل خاص کو چلا۔ راہ میں ایک پیر زال دہائی دیتی سامنے آئی اور کہا۔ میرا شوہر اور لڑکا سنار گاؤں سے کچھ مال خرید کر سلطانی لشکر میں بیچنے کو لا رہے تھے۔ یکایک ڈاکو ٹوٹ پڑے اور سب مال و متاع لوٹ لیا۔ جب وہ مصیبت کے مارے لٹ پٹ کر شاہی لشکر کے قریب پہنچے ہیں تو سپاہیوں نے جاسوسی کے شبہ میں گرفتار کر لیا۔ اب یہ بیکس، بے وارثی بڑھیا داد خواہی کے لئے تیرے پاس آئی ہے۔

۳۔ نیک بخت شہزادہ تو بڑھیا کا دردناک ماجرا سن کر بہت کڑھا اور بولا "اچھا مائی! اگر سچی ہے تو دو گواہ لا۔ جو تیرے بیان کی تصدیق کریں۔" بڑھیا بولی "بیٹا! گواہ تو بہت ہیں۔ پر میں ڈرتی ہوں کہ آنے جانے میں دیر لگی تو پھر تم تک رسائی دشوار ہو گی۔" شہزادے نے ہنس کر کہا۔ "خیر میں اسی جگہ کھڑا ہوں، تم جاؤ اور اپنے گواہ لاؤ۔"

۴۔ غرض بڑھیا چلی گئی اور شہزادہ منتظر کھڑا رہا۔ خادموں نے عرض کیا کہ "مبادا تمازت آفتاب باعثِ مضرت ہو۔ اگر فلاں درخت کے سائے میں قیام کیجئے تو مناسب ہے۔ مگر شہزادے نے وہاں سے قدم اٹھانا خلاف وعدہ سمجھا۔ دھوپ کی سختی کو برداشت کیا اور وہیں کھڑے کھڑے بڑھیا کے گواہوں کا بیان سنا۔ اور جب

یقین ہو گیا کہ بڑھیا سچی ہے تو اس کو ساتھ لے کر باپ کے پاس گیا۔ لیکن بادشاہ سوتا تھا۔ اس لئے شہزادہ کو اس وقت تک انتظار کرنا پڑا جب تک کہ وہ بیدار ہو۔ اور کیفیت واقعہ سن کر ان دونوں کی رہائی کا حکم دیا۔

۵۔ اس کام میں شہزادے کو اتنی دیر لگی کہ اس دن دوپہر کا کھانا قریب شام کے کھایا۔ اگر وہ صبر و تحمّل کے ساتھ اس تکلیف کو گوارہ نہ تو وہ لازوال خوشی جو ایک مظلوم کی دادرسی سے حاصل ہوئی کھانے اور سونے سے ہرگز نصیب نہ ہوتی۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ہمرکاب | ذی عقل | پیرزال | مُبادا | لازوال |
| صغیر سن | سن رسیدہ | جاسوس | تمازت | دادرسی |

## (۴۴) کچھوا اور خرگوش

ایک کچھوے کے آگئی جی میں
جا رہا تھا چلا ہوا خاموش
"میاں کچھوے!" تمہاری چال ہے یہ
یوں قدم پھونک پھونک دھرتے ہو
کیوں ہوئے چل کے مفت میں بدنام
تم کو یہ حوصلہ نہ کرنا تھا

کیجئے سیر و گشت خشکی میں
اس سے ناحق الجھ پڑا خرگوش
یا کوئی شامت اور وبال ہے یہ
گویا لٹو زمیں پہ کرتے ہو
کیا چلے بن اٹک رہا تھا کام
چلّو پانی میں ڈوب مرنا تھا

یہ تن و توش اور یہ رفتار
ایسی رفتار پر "خدا کی مار"

بولا کچھوا کہ "ہوں خفا نہ حضور"
میں تو ہوں آپ معترف بہ قصور

اگر آہستگی ہے جرم و گناہ
تو ہیں خود اپنے جرم کا ہوں گواہ

مجھ کو جو سخت و سست فرمایا
آپ نے سب درست فرمایا

مجھ کو غافل مگر نہ جانئے گا
بندہ پرور! بُرا نہ مانئے گا

یوں زبانی جواب تو کیا دوں
شرط بَد کر چلو تو دکھلا دوں

تم تو ہو آفتاب! میں ذرّہ
پر مٹا دوں گا آپ کا غرّہ

سن کے خرگوش نے یہ تلخ جواب
کہا کچھوے سے یوں ز روئے عتاب

تو کرے میری ہمسری کا خیال
تیری یہ تاب! یہ سکت! یہ مجال

چیونٹی کے جو پَر نکل آئے
ہے یقیں عنقریب اجل آئے

اے بیباک! بد زباں! منہ پھٹ
تو نے دیکھی کہاں ہے دوڑ جھپٹ

جب میں تیزی سے جست کرتا ہوں
شہ سواروں کو پست کرتا ہوں

گرد کو میری بادپا نہ سکے
لاکھ دوڑے مرا پتہ نہ لگے

ریل ہوں، برق ہوں، چھلاوا ہوں
بلکہ میں ریل کا بھی باوا ہوں

تیری میری بنے گی صحبت کیا؟
آسماں سے زمیں کو نسبت کیا

جس نے بھگتے ہوں ترکی و تازی
ایسے مَریل سے کیا بدے بازی؟

بات کو اب زیادہ کیا دوں طول
خیر کرتا ہوں تیری شرط قبول

ہے مناسب کہ امتحاں ہو جائے
تاکہ عیب و ہنر عیاں ہو جائے

الغرض اک مقام ٹھہرا کر
ہوئے دونوں حریف گرم سفر

بسکہ زوروں پہ تھا چڑھا خرگوش — تیزی پھرتی سے یوں بڑھا خرگوش
جس طرح جائے توپ کا گولا — یا گرے آسمان سے اولا
ایک دو کھیت چوکڑی بھر کے — اپنی چستی پہ آفریں کر کے
کسی گوشے میں سو گیا جا کر — "فکر کیا ہے چلیں گے سستا کر"
اور کچھوا غریب آہستہ — چلا سینے کو خاک پر گھستا
سوئی گھنٹے کی جیسے چلتی ہے — یا بتدریج چھاؤں ڈھلتی ہے
یوں ہی چلتا رہا باستقلال — نہ کیا کچھ اِدھر اُدھر کا خیال
کام کرتا رہا جو پے در پے — کر گیا رفتہ رفتہ منزل طے
حیف خرگوش رہ گیا سوتا — ثمرہ غفلت کا اور کیا ہوتا
جب کھلی آنکھ تو سویرا تھا — سخت شرمندگی نے گھیرا تھا
صبر و محنت میں ہے سرافرازی — سُست کچھوے نے جیت لی بازی
نہیں قصّہ یہ دل لگی کے لئے — بلکہ عبرت ہے آدمی کے لئے

ہے سخن اس حجاب میں روپوش
ورنہ کچھوا کہاں، کہاں خرگوش

یاد کرو تلفّظ اور معنیٰ

| | | | |
|---|---|---|---|
| شَامَت | تُرش | غَرّہ | بَادپا |
| حَرِیف | عِبرَت | وَبال | مُعتَرِف |
| عِتَاب | تَازِی | تَدرِیج | حِجَاب |

## ۴۵ بے فائدہ کوشش

از مؤلف

تھی شام قریب اور دہقاں      میداں میں تھا گلہ کا نگہباں
دیکھی اس نے کمان ناگاہ      جو کرتی ہے مینہ سے ہم کو آگاہ
رنگت میں اسے عجیب پایا      ظاہر میں بہت قریب پایا
پہلے سے وہ سن چکا تھا اکثر      ہے قوس میں اک پیالۂ زر
مشہور بہت ہے یہ کہانی      افسانہ تراش کی زبانی
ملتی ہے جہاں کماں زمیں سے      ملتا ہے وہ جامِ زر وہیں سے
سوچا لو جام اور بنو جم      چھوڑو بُز و گوسفند کا غم
بیہودہ گنوار اس گماں پر      سیدھا گیا تیر سا کماں پر
دن گھٹنے لگا قدم بڑھایا      امید کہ اب خزانہ پایا
جتنی کوشش زیادہ تر کی      اتنی ہی کماں پرے کو سرکی
پنہاں ہوئی قوس آخرکار      اور ظلمتِ شب ہوئی نمودار
ناکام پھرا وہ سادہ دہقاں      حسرت زدہ۔ غم زدہ۔ پشیماں

یاد کرو تلفظ اور معنی

قَوس  اَفسَانہ  تَرَاش  جَام  بُز  گوسُفَند  ظُلمَت

## ۴۶ سیرِ عمارت و چمن

از: میر حسن دہلوی

سفید ایک دیکھی عمارت بلند      کہ تھی نور میں چاندنی سے دوچند

وہ نکھرا فلک اور وہ مہ کا ظہور — لگا شام سے صبح تک وقت نور
ہر اک سمت واں نور کا اژدہام — لگے آئینے قدِ آدم تمام
لبِ نہر پر صاف جو غور کی — تو پڑی تھی وہ ایک بلور کی
پڑے اس میں فوارے چھٹتے ہوئے — ہوا بیچ موتی سے لٹتے ہوئے
بنی سنگِ مرمر سے چوپڑ کی نہر — گئی چار سو اس کے پانی کی لہر
قرینے سے گرد اس کے سروِ سہی — کچھ اک دور دور اس سے سیب و بہی
ہوائے بہاری سے گل لہلہے — چمن سارے شاداب اور ڈہڈہے
چمن سے بھرا باغ گل سے چمن — کہیں نرگس و گل کہیں یاسمن
چنبیلی کہیں اور کہیں موتیا — کہیں رائے بیل اور کہیں موگرا
خراماں صبا صحن میں چار سو — دماغوں کو دیتی ہر اک گل کی بو
چمن آتشِ گل سے دہکا ہوا — ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا

یاد کرو تلفظ اور معنی

اِژدِہام — قَرِینہ — سَروِ سہی — یاسمَن — خِراماں — صَبا

## ۴۷ جنگل اور چاندنی رات

از میر حسن دہلوی

وہ سنسان جنگل وہ نورِ قمر — وہ براق سا ہر طرف دشت و در
وہ اجلا سا میداں چمکتی سی ریت — اگا نور سے چاند تاروں کا کھیت
درختوں کے پتّے چمکتے ہوئے — خس و خار سارے جھمکتے ہوئے
درختوں کے سائے سے مہ کا ظہور — گرے جیسے چھلنی سے چھَن چھَن کے نور

نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جڑی سو وہ عالم وجد میں تھی کھڑی
درختوں سے لگ لگ کے بادِ صبا لگی بولنے وجد میں واہ وا!

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

قَمَر بُرّاق دَشت و دَر خَس وَجد

# (۴۸) جَلال الدّین محمّد اکبر

۱- تیموری نسل میں اکبر بڑا نامور اور ہر دلعزیز بادشاہ گزرا ہے- اس کا باپ ہمایوں ابن بابر، اور ماں حمیدہ بیگم تھی-

۲- جن دنوں ہمایوں شیر شاہ سوری سے ہزیمت پا کر ہندوستان کی مغربی حدود میں پڑا پھرتا تھا- اور مصیبت و صعوبت کی گھٹا اس پر چھائی ہوئی تھی، یکایک سندھ کے ریگستان میں خوشی و خرمی کا آفتاب چمکا- یعنی سنہ ۹۴۹ھ میں رجب کی پانچویں تاریخ شب یکشنبہ کو حصار امرکوٹ کے اندر اکبر کی ولادت ہوئی-

۳- کچھ عرصہ بعد ہمایوں قندھار کی سرحد میں داخل ہوا- مگر اپنے بھائی کامراں کے خوف سے مع حمیدہ بیگم اور چند رفقائے جاں نثار کے کام ناکام ایرانی عملداری میں بھاگ گیا- اکبر اپنی انّا اور خدام سمیت چچا کی حراست میں پڑ گیا- اور کابل میں پرورش پاتا رہا-

۴- ہمایوں نے دو برس کے بعد شاہ ایران کی کمک سے

افغانستان کو فتح کیا۔ اس وقت ماں باپ نے اکبر کو پھر دیکھا۔ جس کی عمر اب دو سال نو مہینے آٹھ دن کی ہو گئی تھی۔ اسی اثنا میں کامراں کابل پر دوبارہ قابض ہو گیا۔ جب ہمایوں نے محاصرہ کر کے قلعہ پر گولہ باری کا حکم دیا۔ تو سنگدل مرزا نے معصوم بھتیجے کو مورچہ پر لا بٹھایا۔ جہاں گولے گولیوں کی بوچھار ہو رہی تھی۔ لیکن خدا کے فضل سے اکبر کو کچھ گزند نہ پہنچا۔ البتہ ہمایوں کی توپوں کا منہ بند ہو گیا۔

۵۔ آخر کار ہمایوں نے سب خرخشوں کو مٹا کر دس برس تک صرف افغانستان پر قناعت کی۔ اس عرصے میں اکبر نے ہوش سنبھالا اور صید افگنی و سپہ گری کے فنون میں مہارت حاصل کی۔ الّا نوشت و خواند سے محض بے بہرہ رہا۔

۶۔ ۱۵۵۶ء میں ہمایوں نے دِلّی اور آگرہ پر دوبارہ تسلّط کیا۔ مگر چھ مہینے بعد کتب خانے کے زینے سے گر کر وفات پائی۔ اس وقت اکبر کے سر پر تاجِ شاہی رکھا گیا اس کی عمر صرف تیرہ برس چار مہینے کی تھی۔ پس اس کی نو عمری کے باعث بیرم خاں مدار المہام سلطنت مقرر ہوا۔ جو پہلے سے اتالیق بھی تھا۔

۷۔ جب اکبر اٹھارہ برس کا ہو گیا۔ تو بیرم خاں کی خود رائی سے ناراض ہو کر عنانِ سلطنت خود اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور اپنی مردانگی اور فرزانگی سے ہندوستان کے خود سر صوبوں کو مطیع و مسخر

کرکے بڑے جاہ و جلال کے ساتھ فرماں روائی کی۔ آخر ۱۰۱۴ھ ۱۶۰۵ء میں وفات پائی اور آگرہ کے قریب سکندرہ میں مدفون ہوا۔

۸۔ یہ بادشاہ شکیل و وجیہ۔ تنومند، قوی اور چست و چالاک تھا۔ اکثر اوقات ہر مذہب کے علما سے صحبت رکھتا۔ خاص کر پنڈتوں سے۔ اگرچہ محض اُمّی تھا۔ مگر اس کی گفتگو ایسی سنجیدہ تھی کہ کسی کو اس کے اُمّی ہونے کا شبہ نہ ہوتا تھا۔ سنسکرت زبان کو بخوبی سمجھ لیتا۔ اِلّا بول نہ سکتا۔ نظم و نثر کی باریکیوں کو خوب پہچانتا۔

۹۔ باوجود ایسی عظیم الشّان سلطنت کے نہایت منکسر اور متواضع تھا۔ اپنے آپ کو کمترین مخلوقات جانتا اور یادِ حق سے کبھی غافل نہ رہتا۔ شب بیدار و کم خواب تھا۔ رات دن میں ڈیڑھ پہر سے زیادہ نہ سوتا۔ سال میں نو مہینے طعام سوفیانہ کھاتا۔ قتل حیوانات کو مطلق پسند نہ کرتا۔ چنانچہ بعض دنوں اور مہینوں میں عام ممانعت تھی۔ صلح کل اس کا شیوہ تھا۔ ہر ملّت و مذہب کے لوگوں کو اس کے ممالک محروسہ میں آزادی تھی۔ سب اپنے اپنے طریق پر عبادت کرتے۔ کوئی کسی کا مزاحم نہ ہوتا۔

۱۰۔ دلیر و دلاور ایسا کہ مست و سرکش ہاتھیوں پر سواری کرتا۔ جب کوئی خونی ہاتھی چھوٹتا۔ تو کسی دیوار یا درخت پر چڑھ کر اس کی پشت پر کود پڑتا اور اس کو زیر کرتا۔ ایک بار حدودِ گجرات میں بغاوت ہو گئی۔ مرزا جو اس نواح کا گورنر تھا۔ قلعۂ احمد آباد میں گھِر

گیا۔ یہ خبر دار الخلافہ میں پہنچی تو مرزا کی ماں (جیجی آنکہ) نہایت مضطرب ہوئی۔ اکبر کو اپنی آنکہ کی خاطر بہت عزیز تھی اسی وقت جنگ آزمودہ رفقا کی ایک قلیل جماعت فراہم کر کے فتح پور سے کوچ بول دیا، اور آندھی بجلی بن کر گجرات کی طرف اڑا۔ گھوڑے اونٹ اور گھوڑبہل کی سواری میں دو مہینے کی راہ نو دن کے اندر طے کر کے دفعتاً غنیم کے سر پر جا پہنچا۔ بعض خیر اندیشوں نے شبخون کی صلاح دی، لیکن اس کی ہمت عالی کب مانتی تھی۔ فوراً کوس جنگ بجوایا۔ اور ڈنکے کی چوٹ حملے کا حکم دیا۔ سابرمتی ندی بیچ میں حائل تھی۔ سب سے پہلے بادشاہ نے اپنا گھوڑا ڈالا۔ پھر کس کو تاب تھی؟ جو توقف کرتا۔ غرض پار اتر کر جنگ عظیم کے بعد دشمن کو اسی روز مار بھگایا۔ اور مرزا عزیز کو نرغہ سے چھڑایا۔

۱۱۔ تخت نشینی سے چند سال بعد کا ذکر ہے کہ ایک امیر مسمیٰ ادہم خاں نے اکبر کے رضاعی باپ (آنکہ خاں) کو حسد کے مارے عین دربار میں قتل کر ڈالا۔ اور برہنہ شمشیر ہاتھ میں لیے حریم شاہی میں جا گھسا۔ اکبر خواب راحت میں تھا۔ مستورات کے شور و غل سے آنکھ کھل گئی۔ فوراً کمرے سے باہر آیا۔ اور ادہم خاں کو آمادۂ گستاخی دیکھ کر خالی ہاتھ آگے بڑھا۔ اور اس کے گلہ پر ایسا مکا لگایا کہ وہ چکرا کر گر پڑا۔ اسی دم لوگوں نے اس کی مشکیں کس لیں۔ اور حکم شاہی کے بموجب چبوترہ سے سرنگوں گرا کر مار ڈالا۔

۱۲۔ اکبر کی طبیعت میں شجاعت و جلالت کے ساتھ رحمدلی حلم اور شفقت و مروّت بھی بہت تھی۔ عفو جرائم کو دوست رکھتا نادم خطا کاروں سے ہمیشہ درگذر فرماتا۔ مغلوب دشمن پر رحم کرتا جلوس کا اوّل سال تھا کہ پانی پت کے میدان میں ہیمون بقال سے بڑا معرکہ پڑا۔ ناگاہ ہیموں کی آنکھ میں تیر کاری لگا جس کے لگتے ہی لڑائی کا فیصلہ ہوگیا۔ بیرم خاں نے عرض کیا کہ حضرت اپنے دست مبارک سے اس گردن زدنی کا کام تمام کردیں ولیکن اکبر کی ہمّت نے ایک مجبور قیدی کے خون سے تیغ شاہی کو آلودہ کرنا پسند نہ فرمایا۔ محمد حسین مرزا جو گجرات کی بغاوت کا بانی تھا۔ جس وقت میدان جنگ سے گرفتار ہوکر آیا ہے۔ تو شاہی خدام سے پانی مانگا۔ کسی نے نہ دیا۔ اکبر نے یہ بات سن پائی۔ فوراً آب خاصہ طلب کیا اور اپنے جانی دشمن کی پیاس بجھائی۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| خُدّام | اَتالیق | اُمّی | شبخُون | جلالت |
| خر خَشَہ | فرزانگی | مُنکسِر | کُوس | عفوْ |
| تَسَلُّط | مُسَخّر | مُتَواضع | نرغہ | جرائم |
| بے بَہرہ | وجیہ | مَحرُوسَہ | رِضاعی | مہام |
| گردن زدنی | تنومند | مُزاحِم | حریم | |

## (۴۹) بنائے قلعہ آگرہ

۱۔ دسویں سال جلوس کے آغاز میں دارالخلافہ آگرہ کے اندر جو بمنزلۂ مرکز ہندوستان ہے مصالح ملکی کے لحاظ سے ایک عالیشان قلعہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ لودیوں کا قلعہ جو بہت پرانا ہو گیا تھا۔ ڈھا دیا گیا۔ اور اسی موقع پر نئے سنگین قلعہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ عرض دیوار تیس گز اور ارتفاع ساٹھ گز قرار پایا۔ چار دروازے رکھے گئے۔ ہر روز تین چار ہزار آدمی مہندس و معمار سنگتراش اور مزدور کام کرتے تھے۔ یہ سنگ سرخ کا قلعہ مع فصیل و برج وغیرہ آٹھ برس کی مدت میں قاسم خاں میر بر و بحر کے اہتمام سے تمام ہوا۔

یاد کرو لفظ اور معنی

مَصَالِح　اِرتِفَاع　مُہندِس　فَصِیل　بُرج

## (۵۰) فتح پور سیکری

قصبۂ سیکری میں جو آگرہ سے بارہ کوس کے فاصلے پر سمت مغرب کو واقع ہے۔ شاہزادۂ سلیم پیدا ہوا تھا اکبر نے اس مقام کو مبارک سمجھ کر دارالسلطنت بنانے کے لئے پسند کیا۔ ۹۷۹؁ھ میں حکم شاہی کے مطابق ایک عالیشان قلعہ اور

دیگر شاہی عمارتیں تیار ہونے لگیں۔ پھر تو تمام امرا اور ارکان دولت اور ہر کہ و مہ نے اپنے اپنے رتبے اور حوصلے کے لائق حویلیاں بنائیں۔ کچھ مدت میں ایک عمدہ شہر بن گیا جس میں مسجدیں مدرسے، خانقاہیں، حمام، سنگین بازار، باغ و چمن بہتر سے بہتر موجود تھے۔ فتح دکن کے بعد اس شہر کا نام فتح پور رکھا گیا۔ اور اب تک اسی نام سے مشہور ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

ارکان ارکانِ دَولت کِہ و مِہ خَانقاہ

## بَیرم خاں (۵۱)

۱۔ بیرم خاں ایک ترک تاتاری تھا۔ جب ہمایوں نے قنوج کے معرکہ میں شکست کھائی، تو بیرم سنبھل کی طرف بھاگا۔ اور راجہ متر سین زمیندار کے پاس پناہ لی۔ شیر شاہ نے جبراً بلوایا۔ بہت خاطرداری کی اور اپنی رفاقت پر مائل کیا۔ گو ظاہر اوہ شیر شاہ کا مطیع ہو گیا۔ مگر اپنے مصیبت زدہ آقا کی یاد میں اس کا دل بے قرار تھا۔

۲۔ برہان پور کے ڈیروں سے بیرم خاں اور ابوالقاسم حاکم گوالیار دونوں ایکا کرکے بھاگ نکلے۔ اثنائے راہ میں شیر شاہ کے سفیر نے گرفتار کر لیا۔ ابوالقاسم شکل وصورت

کا اچھا تھا۔ دشمن سمجھے کہ بیرم خاں یہی ہے۔ مگر بیرم نے از راہِ جوانمردی خود کہہ دیا کہ بیرم میں ہوں۔

۳۔ ابوالقاسم کی مروّت نے تقاضہ نہ کیا کہ خود بچے اور رفیق کو گرفتار ہو جانے دے۔ بولا "یہ میرا خدمت گار ہے، مگر بڑا وفادار ہے۔ میرے بدلے جاں نثاری کو تیار ہے اس کو کہنے دو۔ بیرم میں ہی ہوں"۔ الغرض ابوالقاسم تو مارا گیا۔ اور بیرم وہاں سے چھوٹ کر گجرات پہنچا۔ سلطان محمود گجراتی نے ہر چند ٹھہرایا۔ مگر وہ نہ ٹھہرا۔ سیدھا ہمایوں کی طرف چلا۔

۴۔ جس وقت یہ پہنچا۔ تو ہمایوں کا ٹوٹا پھوٹا لشکر لڑائی میں مصروف تھا۔ بیرم چپ چاپ ان میں جا ملا۔ اور آگے بڑھ کر دشمنوں سے خوب لڑا۔ لوگوں کو حیرت تھی یہ کون ہے؟ جب معلوم ہوا کہ بیرم ہے۔ تو سارے لشکر میں ایک شور مچ گیا، اور ہمایوں کو اس کے آجانے سے بڑی مسرت ہوئی۔

۵۔ آخرالامر ہمایوں کے ساتھ ساتھ ایران پہنچا۔ شاہِ ایران نے اس کو "خانی" کا خطاب دیا۔ بیرم بڑا جنگ جو سپاہی نہ تھا۔ بلکہ اچھا شاعر اور انتظامِ مملکت سے خوب ماہر تھا۔ اسی کی دانشمندی اور جوانمردی سے ہمایوں کو ہند کی سلطنت دوبارہ نصیب ہوئی۔

۶۔ جب اکبر تخت نشین ہوا تو بیرم خاں کو (خان بابا) کا خطاب دیا۔ مگر اس کی سخت گیری، تند مزاجی اور نخوت سے سب درباری تنگ آ گئے تھے۔ انھوں نے اکبر کو سمجھا بجھا کر اس کے سب اختیارات چھنوا دیئے۔ پھر تو اس نے علانیہ بغاوت کی مگر زک پائی۔ اور عفو تقصیر کے بعد حج کے ارادے سے روانہ ہوا۔ گجرات میں پہنچ کر ایک دشمن کے ہاتھ سے مارا گیا۔

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

سِفِیر تَقَاضَا نَخُوَت عَلَانِیَہ بَغَاوَت

## (۵۲) ابوالفضل

۱۔ اکبر کے مشیروں میں ابوالفضل بڑا عالم زبردست منشی اور عالی دماغ مورخ تھا۔ بادشاہ کا وزیراعظم بھی تھا اور سپہ سالار بھی۔ وہ دکن کی مہم سے تھوڑی سی فوج کے ساتھ واپس آ رہا تھا۔ شاہزادہ سلیم کے اشارہ سے ایک بندیلکھنڈی راجہ نے یکایک حملہ کیا۔ ہمراہی پریشان ہو گئے۔ مگر ابوالفضل نے بھاگنے کو عار سمجھا اور سپاہیانہ طور سے میدان جنگ میں لڑ کر مارا گیا۔

۲۔ اس کی تصنیفات سے تاریخ اکبر نامہ ہے جس میں

چغتائی خاندان کے کل بادشاہوں کا حال مجمل اور اکبری عہد کے واقعات مفصّل لکھے ہیں۔ آئینِ اکبری میں سلطنت کے ہر صیغے کا حال اور ہر قسم کے انتظامات کی کیفیت بھی تفصیل وار درج کی ہے۔

• یاد کرو تلفّظ اور معنیٰ •

مُشیر عمّار مُجمَل

## فیضیؔ (۵۳)

۱۔ ابوالفیض فیضیؔ۔ ابوالفضل کا بڑا بھائی اور اکبر کا مُشیر۔ ایک نامور شاعر اور جیّد عالم تھا۔ سنسکرت کے علم ادب میں بڑی لیاقت حاصل کی تھی۔ اور اس زبان کی چند مشہور کتابوں کا ترجمہ بھی فارسی میں کیا۔

۲۔ اکبر گو ناخواندہ تھا۔ مگر وہ علم و کمال کا بڑا شایق تھا چنانچہ ایک سررشتہ سنسکرت سے ترجمہ کرنے کا قائم کیا۔ جس کا مہتمم فیضی تھا۔

۳۔ جب فیضی نے رحلت کی ہے تو اس کے ذاتی کتب خانہ کی فہرست مرتب کی گئی۔ مختلف علوم و فنون کی چار ہزار ساٹھ کتابیں نکلیں۔ جن کو اس نے خود صحیح کیا تھا۔

یاد کرو تلفّظ اور معنیٰ

جیّد علمِ ادَب ترَجمَہ

# (۵۴) راجہ ٹوڈر مل

۱۔ راجہ ٹوڈر مل بھی دربارِ اکبری کا رکنِ اعظم تھا۔ وہ قوم کھتّری کے ایک غریب خاندان میں پیدا ہوا۔ عہد طفولیت ہی میں یتیمی کی مصیبت پڑی۔ بیوہ مفلس ماں نے بہت سختیاں جھیل کر اس کو پرورش کیا۔

۲۔ جوان ہو کر محررانِ شاہی کے زمرے میں داخل ہوا۔ حساب کتاب میں نہایت ہوشیار بلکہ یگانۂ روزگار تھا۔ حسن لیاقت اور کاردانی و کارگزاری کی بدولت روزافزوں ترقی کرتا رہا یہانتک کہ شاہی وزارت کا رتبہ اور سپہ سالاری کا منصب پایا۔

۳۔ کل ممالک محروسہ کی پیمائش اسی کے اہتمام و انتظام سے ہوئی۔ صوبوں کی حدبندی اور جمع کا کام نہایت خوبی سے انجام دیا۔ دہ سالہ بندوبست اسی کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

۴۔ وہ محض منشی اور محاسب ہی نہ تھا بلکہ نہایت دلاور سپاہی اور مردِ میدان بھی تھا۔ بنگال، بہار اور گجرات کی فتوحات میں اس نے بڑے بڑے کام کئے۔

۵۔ وہ اپنے مذہبی مراسم کا بڑا پابند تھا۔ اکبر کئی بار جھنجھلایا بھی لیکن اس نے اپنے معمول میں کبھی فرق نہ آنے دیا۔ بمقام لاہور بیمار ہو کر راہی ملکِ عدم ہوا۔

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

رُکنِ اعظم — طفولیّت — زُمرہ — رُوزافزوں — مراسِم

## (۵۵) راجہ بیربل

۱۔ یہ راجہ اکبر کا بڑا جلیس و انیس اور ہمدم و ہمنشین تھا ہندی زبان کا عمدہ شاعر۔ نہایت خوش مزاج۔ بڑا حاضر جواب تیز طبع اور لطیف وظریف آدمی تھا۔ اس کے سیکڑوں لطیفے اب تک زبانِ زدِ خاص وعام ہیں۔ فیاضی و سخاوت میں بھی بے مثل و بے نظیر تھا۔

۲۔ قوم یوسف زئی کے مقابلے میں لشکر لے کر گیا تھا۔ ایک درّہ میں گھِر کر سارا لشکر تباہ ہو گیا۔ راجہ بھی وہیں کام آیا۔ اکبر نے اس کے مرنے کا بڑا غم والم کیا۔ اس دن سے بادشاہ کی بزمِ عیش بھی پھیکی پڑ گئی۔ اکثر کہا کرتے تھے۔ کہ لطف صحبت تو بیربل کے ساتھ رخصت ہوا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

جَلِیس　اَنِیس　ہَمْدَم　ظَرِیف　زَبَان زَد

| ۵۶ | تَرکِ تَکبُّر | از:- مؤلّفِ |
|---|---|---|

بلندی سے چلا سیلاب پُر زور
ہوا اس تیزی و تندی سے جاری
شجر تو کیا اٹھاتے اس کی ٹکّر
غرض ڈھایا بہایا، اور توڑا

پہاڑی گھاٹیوں میں مچ گیا شور
کہ تھا سنگِ گراں پر ہول طاری
باہم ٹکرا دیئے پتھّر سے پتھر
بڑا جو سامنے اس کو نہ چھوڑا

چلا وادی کی جانب موج در موج — جلو میں تھی خس و خاشاک کی فوج

اسی زمرہ میں اک لکڑی بھی بہتی — چلی جاتی تھی اور یوں دل میں کہتی

"میں راہ و رسمِ منزل سے ہوں آگاہ — یہ سارا قافلہ ہے میرے ہمراہ

اشاروں پر مرے چلتا ہے پانی — ہے میرے بس میں دریا کی روانی

مرے دم سے رواں یہ کارواں ہے — مرا تابع ہے جو کوئی یہاں ہے"

قضارا موج نے پلٹا جو کھایا — تو اک پتھر نے لکڑی کو دبایا

کہا جھنجھلا کے "او گستاخ! مغرور — مرے دامن سے اپنا ہاتھ رکھ دور

کہ میں ہی بدرقہ ہوں رہنما ہوں — امیرِ بحر ہوں اور ناخدا ہوں

مجھے او بے ادب! کیوں تو نے چھیڑا — جو میں ڈوبی تو بس ڈوبا یہ بیڑا

رکوں گی میں تو رک جائے گا دریا — کڑھے گا اور پچھتائے گا دریا"

کہا "ساحل سے کر تو عرض احوال — کہ اس جرگہ میں ہے پیرِ کہن سال"

کہی لکڑی نے ساحل سے وہی بات — تو ساحل نے صدا یوں دی کہ "ہیہات"

ہزاروں مدعی آگے بھی آئے — بہت جوش و خروش اپنے دکھائے

گیا سالم نہ کوئی اس بھنور سے — یہی دیکھا کیا ہوں، عمر بھر سے

ہوئے یاں غرق لاکھوں تجھ سے فرعون — نہ پوچھا پھر کسی نے یہ کہ تھے کون؟

مگر دریا کی باقی ہے وہی آن — وہی رونق وہی عظمت وہی شان

نہیں دریا کی مواجی میں کچھ فرق — اُسے کیا غم جو ترے کوئی کہ ہو غرق

یاد کرو لفظ اور معنی:

طارِی — جلو — بدرقہ — کہن سال — سالم

وادی — خاشاک — جرگہ — ہیہات — مدعی

# (۵۷) سرکشی کا ثمرہ

۱۔ ایک روز بدن کے تمام اعضا متفق ہو کر معدے کا گلہ کرنے لگے کہ " ہم کماتے کماتے تھکے جاتے ہیں اور یہ نکھٹو معدہ مفت میں ہماری کمائی ہضم کر جاتا ہے " آخر سب نے اس کی اطاعت سے سرکشی کی۔ پاؤں نے رفتار، ہاتھوں نے کاروبار ترک کیا۔ آنکھوں نے بصارت سے آنکھ چرائی کان سماعت سے بے بہرہ ہو گئے۔ ناک نے سونگھنا۔ زبان نے چکھنا چھوڑ دیا۔

۲۔ جب اعضا کی نافرمانی اس حد کو پہنچی کہ ہر ایک نے اپنا اپنا کام بند کر دیا۔ تو غریب معدہ کو غذا کہاں سے میسر ہوتی ؟ کچھ عرصے تک بے آب و دانہ صبر کیے پڑا رہا۔ آخر کار ہر ایک عضو کو ایذا پہنچی۔ اور ان کی طاقت زائل ہونے لگی۔ ہاتھ کفِ افسوس ملنے اور پاؤں ایڑیاں رگڑنے لگے۔ آنکھوں نے رونا جھیکنا شروع کر دیا۔ کان بھی مارے ضعف کے سُن ہو گئے۔ ناک کا بھی ناک میں دم آگیا۔ زبان کا بولنا بند ہو گیا۔

۳۔ معدے نے کہا " او میرے مددگارو! اب تم کو معلوم ہوا کہ جو کچھ تمہاری محنت و مشقت کی بدولت مجھ کو پہنچتا تھا۔ وہ رائیگاں نہیں جاتا تھا۔ بلکہ خود تمہارے ہی صرف میں آتا تھا۔ جو غذا تم مجھ

کو حوالے کرتے تھے میں اس کو ہضم کرتا اور جو خون اس سے پیدا ہوتا وہ رگوں کے وسیلے سے کل اعضا میں حصّہ رسد تقسیم ہو جاتا تھا۔ اسی سے تمہاری سب کی پرورش ہوتی تھی۔"

۴- جب کہ اعضا نے اپنی حماقت اور سرکشی کا نتیجہ صاف صاف دیکھ لیا۔ تو بہت نادم و خجل ہوئے۔ اور توبہ کی کہ "آیندہ ایسی خطا نہ کریں گے۔"

اسی طرح جو نادان اپنے مربیّوں اور آقاؤں کی اطاعت و خدمت کو جبر سمجھتے ہیں۔ وہ انجام کار ایذا پاتے ہیں۔ اور نقصان اٹھاتے ہیں۔

یاد کرو تلفّظ اور معنیٰ

مُتَّفِقْ سَمَاعَتْ رَائیگاں خِجَل
بَصَارَتْ مُرَبِّی

## (۵۸) قناعت

۱- مال و متاع کی خواہش کو اتنا مختصر کرنا کہ جب بقدر کافی میسّر آجائے تو دل میں اضطراب باقی نہ رہے۔ یہ وصف قناعت کہلاتا ہے۔ لیکن قدر کافی کی کوئی حد معین نہیں۔ اس کا فیصلہ ہر شخص کو اپنی حالت و حیثیت کے مطابق کرنا چاہیئے۔

۲- جو مقدار خوراک ایک شخص کی سیری کے لئے کافی ہے ممکن

ہے کہ دوسرے کی اشتہا کو پورا نہ کر سکے۔ جو معاش ایک مجرّد آدمی کے لئے بس ہے۔ کچھ ضرور نہیں کہ وہ ایک عیال دار کے واسطے بھی کافی ہو۔ اسی طرح عادت کے لحاظ سے بھی انسان کی ضرورتیں مختلف ہوجاتی ہیں۔ لیکن عادت کے ہاتھوں بِک جانا یہ خود اپنا قصور ہے اگر انسان چاہے تو ان میں تبدیلی اور اصلاح کرسکتا ہے۔

۳۔ غرض خواہشوں کا محدود کرنا یا یوں سمجھو کہ فضول حاجتوں سے آزادی حاصل کرنا قناعت ہے۔ اور قناعت کا نتیجہ اطمینان خوشی۔ رضامندی اور شکر گزاری ہے۔ شروع میں قناعت مصیبت کی دھمکی دیتی ہے۔ لیکن انجام کار وہ امن و عافیت کا دروازہ کھول دیتی ہے۔

۴۔ حرص و طمع اوّل عیش طرب کی اُمید دلاتی ہے۔ مگر آخر میں تشویش۔ تردّد اور پشیمانی کے سوا کچھ نہیں دیتی۔ زمانے کا گلہ۔ قسمت کے شکوے اور خدا کی ناشکری سکھاتی ہے۔

۵۔ دولت بغیر قناعت کے محتاجی کو دور نہیں کر سکتی۔ مگر قناعت بغیر دولت کے آدمی کو تونگر بنا دیتی ہے۔ دولت اکثر بے جا خواہشوں کو ابھارتی ہے۔ قناعت ہمیشہ ان کی بیخ کنی کرتی ہے۔ پس قناعت کو جو گنج دولت سے تشبیہ دیتے ہیں تو یہ کوئی شاعرانہ خیال نہیں بلکہ واقعی بات ہے۔

۶۔ خبردار! تم اپنی حالت کا مقابلہ زیادہ خوش حال آدمیوں کی حالت سے نہ کیا کرو۔ یہی مقابلہ تمہارے دل میں لوبھ لالچ کی آگ کو بھڑکاتا ہے۔ تم کو مناسب ہے کہ ہمیشہ آپ سے کمتر لوگوں کے حال پر نظر کرو۔ تاکہ تمہارے دل میں قناعت پیدا ہو۔

۷۔ کاہلی اور قناعت میں ظاہرا مشابہت معلوم ہوتی ہے لیکن غور اور تمیز کرنے سے ان کا تفاوت صاف عیاں ہو جاتا ہے۔ قناعت واجبی کوششوں سے کبھی نہیں رکتی۔ اور ناروا خواہشوں کے پاس نہیں پھٹکتی۔ کاہلی واجبی محنت و مشقت سے جی چراتی ناجائز رغبتیں پیدا کرتی۔ خیالات کو پست اور ہمت کو سست بنا دیتی ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| مَتاع | مُجَرَّد | طَرَب | تَوَانگَر | تَشوِیش |
| بیخ کَنی | سیرِی | مَحدُود | تَفَاوُت | نَارَوَا |

## (۵۹) بیلون یا غبارہ

۱۔ اگر ایک پُر روغن کپّے کو ڈاٹ لگا کر تہہ آب میں غرق کر دیں تو وہ از خود اوپر کو اٹھتا چلا آتا ہے۔ حال یہ ہے کہ اتنے ہی قد و قامت کا پانی جتنا کہ کپّا ہے۔ بہ نسبت اس وزن کے جو تیل اور کپّے کا ہے زیادہ وزنی ہے اور یہ قدرتی قانون

ہے کہ سیال چیزیں ہلکی شے کو اوپر اچھال دیتی ہیں۔

۲۔ اسی قاعدے کے مطابق آتش بازی کا برج ہوا میں بلند ہو کر رات کے وقت مثل ستارہ یا متحرک انگارہ کے نظر آتا ہے۔ غالباً یہ تماشا کسی شادی کی تقریب میں تمہاری نظر سے گذرا ہوگا۔

۳۔ اسی طرح بیلون یا غبارہ اڑاتے ہیں جو کئی میل تک ہوا میں صعود کرتا ہے۔ وہ ایک ہلکا تھیلا باریک ریشمی پارچے کا ہوتا ہے جس پر روغن اس لئے کر دیتے ہیں کہ اس کے مسامات سے ہوا نہ گذر سکے۔ جب اس ریشمی کیسے میں ہائیڈروجن گیس بھرتے ہیں تو وہ پھول کر ایک کرہ یا بیضہ کی شکل کا ہو جاتا ہے۔ ہائڈروجن ایک قسم کی ہوا ہے۔ کہ اس معمولی ہوا سے وزن میں چودہ گنی خفیف ہے۔

۴۔ غبارہ کا ڈھانچہ حساب کی رو سے اتنا وسیع رکھتے ہیں کہ ڈھانچہ اور جو شخص اس میں سوار ہو۔ اور جتنی مقدار ہائڈروجن کی اس کے اندر سما جائے۔ ان تینوں کا مجموعی وزن اتنی ہی قدوقامت کی عام ہوا کے وزن سے کم ہو۔ اس اندازے سے تیار کر کے جب اس کی ڈوری چھوڑتے ہیں تو وہ اپنے راکب سمیت سطح زمین سے آسمان کی جانب صعود کرتا اور ہوا کے رخ چلتا ہے۔

۵- اس فن کے ماہرین نے
ایسی ترکیب بھی نکال لی ہے
کہ اس کے زور کو کم و بیش
کر سکیں اور جہاں چاہیں اُتر
سکیں۔ لیکن ابھی اتنا قابو نہیں
پایا کہ اس کو عام سواری کی
طرح کام میں لا سکیں۔ ممکن ہے
کہ غبارہ کی صنعت کسی زمانہ میں
اتنی ترقی پکڑ جائے کہ انسان اس
کی وساطت سے ہوا پر سفر کر کے بے خوف و خطر منزل مقصود کو پہنچ
سکے۔

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

سَیّال خَفِیف تقَرِیب رَاکِب صَعُود بَیضَہ

| (۶۰) | کوئن وکٹوریہ | از نظام الدین میرٹھ |
| --- | --- | --- |

خوشی اک مشغلہ ہو رات دن کا | شمار افزوں ہو اسکے سال و سن کا
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا |

ہے جشن اس کی شہنشاہی میں ہر جا | سکھی ہیں آج راجا اور پرجا
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا |

دنیا کے ہر خطہ میں نامی | غریبوں اور مسکینوں کی حامی

خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

رعایا تن، کوئن اس تن کی جاں ہے | خدا کی خلق پر وہ مہرباں ہے
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

دعاگو اس کا پورب اور پچھاں بھی | فرنگستان بھی ہندوستان بھی
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

رہے زندہ کوئن بادولت و بخت | رہے محفوظ اسکا تاج اور تخت
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

ہیں اکثر ساکنان رُبع مسکوں | کوئن کے عہد میں مامون و مصئوں
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

ہے اس کا مالک راحت کا ٹھکانا | زمانہ اس کا ہے طرفہ زمانہ
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

سبھی احسان اسکا مانتے ہیں | اسے پیارا شہنشہ جانتے ہیں
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

ہیں اس کے عہد میں انسان بڑھتے | نہال تازہ ہیں پروان چڑھتے
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

سمندر، شہر جنگل اور پربت | سبھی گلزار ہیں اس کی بدولت
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

نظام الدین کی ہے التجا یہ | نکلتی ہے تہ دل سے دعا یہ
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

• یاد کرو تلفظ اور معنی •

مَشغَلہ اَفزُوں نَامُوں رُبع مسکوں مَصنُوں نِہَال

## (۶۱) زَرَاعَت

### ۱۔ زَرَاعَت اور اقسام زَرَاعَت

۱۔ بتاؤ! زراعت کسے کہتے ہیں ؟۔ زمین کو جوت بو کر اس سے ہر قسم کی پیداوار حاصل کرنا زراعت ہے۔ لیکن زراعت کا ایک بڑا اجزداور بھی ہے۔ وہ کیا؟ جانوروں کا پالنا۔ ان کے لئے چارہ بونا۔ اچھی طرح کھلانا۔ اور ان کو خبرداری سے رکھنا۔

۲۔ زراعت کرنے والے کو کون کون سے جانور پالنے مناسب ہیں ؟ کم سے کم گائیں۔ بھینسیں۔ بکریاں۔ گھوڑیاں ان کے علاوہ چند قسم کے گھریلو پرندے بھی پالنے چاہئیں۔

۳۔ کاشتکاری اور گلہ بانی۔ یہ دو زراعت کے بڑے فن ہیں۔ فنِ کاشتکاری سے ہم کو سب قسم کے مفید پودوں کا بونا اور پرورش کرنا آتا ہے۔

فنِ گلہ بانی سے جانوروں کا پالنا اور ان کی نسل بڑھانا آتا ہے۔

۴۔ کاشتکاری بھی دو طرح کی ہے۔ کسانی اور باغبانی۔ کسانی

تو کھیتی کو کہتے ہیں جو بڑے بڑے رقبے کے کھیتوں میں کم محنت اور کم خرچ سے کی جاتی ہے۔ سب قسم کے غلّے جن کو ہم کھاتے ہیں تلہن کی اجناس جن سے تیل نکالتے ہیں۔ ریشہ دار پودے جیسے کپاس اور سَن، ان کے سوا اور کارآمد چیزیں جیسے ایکھ (اوکھ) نیل تمباکو پیدا کرنا خاص کر کسانی کے کام ہیں۔

۵۔ **باغبانی**۔ باغ کے کاموں کو کہتے ہیں۔ جن میں کسانی کی نسبت محنت اور خرچہ زیادہ درکار ہے۔ باغبانی میں ایک تو پھیانہ ہے۔ جس میں آلو۔ پونڈا۔ گوبھی وغیرہ قیمتی اجناس بوئی جاتی ہیں۔ دوسری باڑی ہے۔ جس میں خربوزہ۔ تربوز۔ لوکی۔ ترئی اور قسم قسم کی ترکاریاں، چھوٹے چھوٹے کھیتوں کے گرداگرد ٹٹیاں یا لکڑیاں گاڑ کر یعنی پاڑ بنا کر بوتے ہیں۔

تیسرے پھلواری ہے جن میں پھولوں اور پھلوں کے درخت انواع و اقسام کے لگائے جاتے ہیں۔

**نوٹ**:۔ جانوروں کا پالنا بھی زراعت کا اصلی جزو ہے۔ ان سے دودھ ملتا ہے جس سے گھی اور مکھن بناتے ہیں۔ اُون ملتی ہے اور سب سے زیادہ قیمتی اہل زراعت کے لئے کھاد ہے جو مفت ملتی ہے۔ عمدہ بچھڑے روکن (دگھاتے میں) ہاتھ لگتے ہیں۔ بقول شخصے:۔

"آم کے آم گٹھلیوں کے دام"

# (۲) زمین اور اقسام زمین

۱۔ یہ تو تم کو معلوم ہوگا کہ زمین اور مٹی ایک ہی چیز ہے، مگر یہ بتائیے کہ مٹی اصل میں ہے کیا چیز؟ سنو! مٹی پتھروں کا مہین چورا ہے۔ پتھر تو تم نے دیکھا ہی ہے جن کی سلیں اور چکیاں بناتے ہیں۔ عمارت میں لگاتے ہیں۔ انھیں پتھروں کے گِھسنے ٹوٹنے اور ریزہ ریزہ ہونے سے مٹی بنتی ہے۔

۲۔ پتھر ہم نے دیکھا تو ہے مگر یہ فرمائیے کہ پتھر جیسی سخت چیز کیوں کر گھستی، ٹوٹتی اور چور چور ہو جاتی ہے؟ اس میں شک نہیں کہ پتھر سخت چیز ہے۔ مگر حرارت پانی اور ہوا کی قوتیں ایسی زبردست ہیں کہ پتھروں کو رگڑ مسل کر مٹی بنا دیتی ہیں۔ یہ ہی قوتیں مٹیوں کو مہین و ملائم کر کے رَس پر لاتی ہیں۔

۳۔ تو کیا مٹی اور پتھر دونوں ایک ہی چیز ہیں؟ تم خود دیکھ لو جو اجزا پتھر کے وہی مٹی کے۔ رتی بھر فرق نہیں۔ مثلاً ایک چیز بالُو ہے۔ جو دریاؤں کے کنارے بکثرت ہوتی ہے۔ چھونے میں بھُربھُری اور دانہ دار معلوم ہوگی۔ دوسری چیز چکنی مٹی ہے۔ جو چھونے میں ملائم اور بھیگنے کے بعد لیسدار معلوم ہوگی۔ تم اس کی آزمائش اس طرح کرو۔ پتھر کو خوب مہین پیسو اور پانی میں ڈال کر دیر تک چلاتے رہو۔ پھر چھوڑ دو۔ جب پانی ٹھہر جائے تو میلا

پانی زمین پر ڈالو! پانی خشک ہونے کے بعد جو شئے زمین پر جم گئی وہ کیا ہے؟ یہ ہی چکنی مٹی ہے چھو کر دیکھ لو۔ چکنی بھی ملائم بھی لیس دار بھی۔ اب جو چیز برتن میں رہ گئی وہ بالو ہے دیکھ لو۔ ایسا ہی بھر بھرا اور دانہ دار۔ اسی طرح مٹی کو گھول کر دیکھو اس میں بھی چکنی اور بالو دونوں نکلیں گی۔ اس وقت تم کو یقین آجائے گا کہ پتھر اور مٹی ایک ہی چیز ہے۔

۴۔ مٹی اور پتھر دونوں میں چکنی مٹی اور بالو کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں شامل ہیں۔ جیسے چونا، لوہا وغیرہ۔ یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ جس مٹی میں بالو زیادہ ہوتی ہے اس کو بلوا یا بھوڑ کہتے ہیں۔ جس میں چکنی مٹی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کو چکنوٹ یا مٹیار

---

**نوٹ:۔** حرارت پانی اور ہوا قدرتی قوتیں کہلاتی ہیں۔ ان کے اثر سے پتھر اور مٹیوں کی حیثیت بدلتی اور ان کی ترکیب میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اور ان کے اجزا مرکب ہو کر قابل حل ہو جاتے ہیں۔ اصل میں مٹیاں بالو۔ چکنی۔ چونا اور سڑے ہوئے حیوانی و نباتاتی مادے ہیں۔ مگر یہ سب چیزیں اصلی حالت اور خالص صورت میں زراعت کے لئے بیکار ہیں۔ کیونکہ ان پر کوئی چیز پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ سب اور کئی چیزیں جب آپس میں ملتی ہیں تو وہ مٹی بنتی ہیں۔ جس کو کھنار یا مزروعہ مٹی کہتے ہیں۔ کھنار مٹیوں میں درمٹ مٹیا اچھی ہیں۔

کہتے ہیں۔ جس مٹی میں آدھی بالو اور آدھی چکنی مٹی ہو اس کو دومٹ کہتے ہیں۔ زراعت کے لئے دومٹ مٹیاں بہت اچھی اور اعلےٰ درجے کی ہیں۔ اس سے اتر کر مٹیار ہے۔ لیکن بلوا مٹیاں ادنےٰ درجہ کی ہوتی ہیں۔

## ۳۔ ہل کے پُرزے اور اُن کے نام

۱۔ ہل تو تم نے دیکھا ہی ہے جس سے کھیت جوتتے ہیں۔ اب تم ہل کے تمام پرزوں کو دیکھو۔ اور ان کے نام یاد کر لو۔
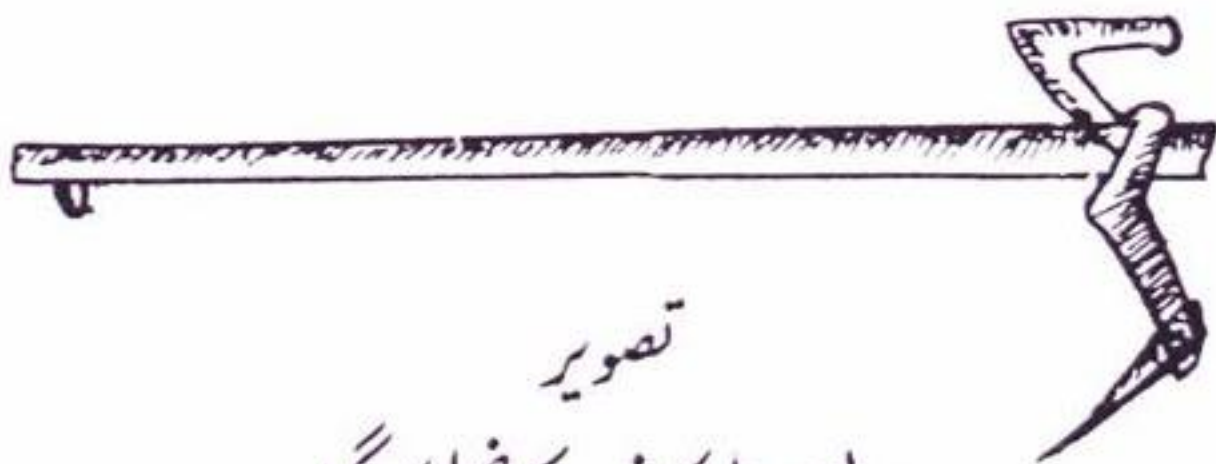
تصویر

(دیسی ہل کانپور کے ضلع کانگڑہ)

(۱) یہ لوہے کی نوکدار سلاخ پھار کہلاتی ہے۔

(۲) یہ لکڑی کا پرزہ گاؤدم سا جس پر پھار جڑی ہے۔ پرہاری کہلاتا ہے۔

(۳) اس درمیانی پُرزے کو جس میں پرہاری ٹھوکی ہے کرڈھا کہتے ہیں۔

(۴) یہ کھڑی لکڑی جو کرڈھے سے جڑی ہوئی ہے۔ اس کا

نام پریتھا ہے۔

(۵) یہ لکڑی کی کھونٹی جو پریتھے کے اوپری سرے کے قریب لگی ہوئی ہے۔ مٹھیا ہے۔

(۶) یہ لمبی لکڑی جس کا ایک سِرا کرڈھے میں ٹھوکا ہوا ہے ہریس کہلاتی ہے۔

(۷) اس لکڑی کی کھونٹی کو جو ہریس کے باہری سرے کے پاس لگی ہے۔ ہریئ بولتے ہیں۔

(۸) یہ لکڑی کے ٹکڑے جو کرڈھے کے چھید میں ہریس کے اوپر اور نیچے لگے ہوئے ہیں۔ ان کو پاٹ یا پائی کہتے ہیں۔

۹۔ ہل لوہے کے بھی بنائے جاتے ہیں۔ مگر ان میں ایک پُرزہ اور ہوتا ہے جس کو سینہ کہتے ہیں۔ ان آہنی ہلوں سے کھیت کی جوتائی بہت گہری ہوتی ہے جس قدر مٹّی اکھڑتی ہے وہ

نوٹ:۔ ہل وہی اچھا ہے جس سے جوتائی یکساں بھی ہو۔ جلد بھی ہو۔ گہری بھی ہو اور اکھڑی ہوئی مٹی پلٹ بھی جائے تاکہ زیادہ حصّہ کھیت کی مٹی کا ہوا اور دھوپ میں آجائے۔ ترقی دادہ ہل کی ایک جوتائی ایسے ہل کی تین جوتائیوں کے برابر ہوتی ہے اور وہ اوسط درجے کے بیلوں سے اچھی طرح چل سکتا ہے۔ مضبوطی بھی ہے۔ قیمت بھی بہت نہیں ہے اور کام بھی بہت زیادہ اچھا دیتا ہے۔

ہل کے سینہ پر آتی اور آپ ہی آپ پلٹ بھی جاتی ہے۔ یہ اس طرح نیچے کی مٹی الٹ کر ہوا اور دھوپ میں آجاتی ہے یہ ترقی دادہ ہل کہلاتا ہے۔ غرض ہل وہی اچھا ہے، جو کھیت کو گہرا جوتے اور اکھڑی ہوئی مٹی کو لوٹ بھی دے۔

## ۴ - جوتائی اور میائی

۱۔ کھیتوں کی جوتائی کیوں کرتے ہیں ؟ اس لئے کرتے ہیں کہ کھیت کی جمی ہوئی مٹی اکھڑ کر اور لوٹ کر دھوپ اور ہوا میں آجائے۔ کھیت کی اکھڑی اور ٹوٹی ہوئی مٹی کو دھوپ اور ہوا میں لانے سے فائدہ ؟ ہاں یہ فائدہ ہے کہ کھدی ہوئی مٹی دھوپ میں اور ہوا میں رہنے سے مہین ہو کر پھولتی اور نرم ہوتی ہے۔

۲۔ یاد رکھو! کھیت کی مٹی جس قدر زیادہ گہری جوتی ہوگی اور لوٹ کر زیادہ مہین ہوگی۔ اسی قدر پودے کی جڑیں زمین کے اندر زیادہ دور تک جائیں گی اور پھیلیں گی۔ اس صورت میں جڑوں کو زیادہ مٹی سے غذا حاصل ہوگی۔ اور وہ تری اور ٹھنڈک میں بھی رہیں گی۔ جب وہ ٹھنڈک میں رہیں گی تو گرمی اور ہوائی خشکی سے پودے جلدی سوکھنے اور مرنے نہ پائیں گے۔

۳۔ کھیت کو سراون سے کیوں میاتے ہیں؟ ہل کے چلانے سے جو ڈھیلے اکھڑ آتے ہیں وہ سراون کے رگڑے سے ٹوٹتے ہیں اور مٹی باریک ہو جاتی ہے۔ سراون سے مٹی برابر ہو کر کھیت چورس ہو جاتا ہے اور دب جانے سے مٹی جلد سوکھنے نہیں پاتی بلکہ دھوپ اور ہوا کے اثر سے رس پر آجاتی ہے۔ رس پر آنے کا مطلب یہ ہے کہ پودوں کی غذا جو مٹی میں ہوتی ہے وہ دھوپ اور ہوا کے اثر سے ترکیب پائے۔ نمک یا شکر کی طرح زمین کی آل (رطوبت) میں گھل کر اس قابل ہو جائے کہ پودوں کے کام آئے۔ کیوں کہ پودے کی جڑیں زمین سے صرف وہی چیزیں لے سکتی ہیں جو زمین کی آل میں گھلی ملی ہوں۔

نوٹ:۔ پودے کی غذا مٹی کے اندر اکثر ناتیار حالت میں ہوتی ہے۔ اس وجہ سے وہ پودے جن کی جڑیں نازک ہیں۔ جیسے اناج کے پودے۔ ایسی حالت میں اپنی غذا مٹی سے نہیں لے سکتے۔ مٹی میں پودے کی غذا گرمی ہوا اور پانی کے اثر سے تیاری پر آتی ہے تو کھیت کی مٹی کو اکھیڑ کر ہوا اور دھوپ میں لانے کی ضرورت ہے۔ ایسی ضرورت کے پورا کرنے کو جوتائی کہتے ہیں۔ کھیت کی مٹی جس قدر گہری اکھڑے گی اور ٹوٹ کر مہین و ملائم ہوگی۔ اور لوٹ کر ہوا اور دھوپ میں آئے گی۔ اسی قدر پودے کی غذا (کھاد) زیادہ مقدار میں تیار ہوگی۔

۴۔ یاد رکھو! کھیت کی جوتائی صرف اس غرض سے کی جاتی ہے کہ کھیت کی مٹی میں جو پودے کی خوراک موجود ہے وہ زمین کی آل میں گھل مل جانے کے قابل ہو جائے۔

## ۵۔ کھاد اور کھاد کا بنانا

۱۔ کھاد (کھات) کیا چیز ہے؟ "کھاد پودے کی غذا ہے جو زمین میں ہوتی ہے۔ اس کو پودے اپنی جڑوں کے وسیلے سے پانی کے ساتھ لیتے ہیں۔" یہ تو بتائیے! پودوں کی کھاد زمین کو کہاں سے ملتی ہے؟ "زمین کو نباتات سے حیوانات سے اور معدنیات سے ملتی ہے۔"

۲۔ نباتات کس کو کہتے ہیں اور نباتات کی کھاد کیوں کر بنتی ہے "چھوٹے بڑے پیڑوں کو نبات یا نباتات کہتے ہیں۔ یہ مر کر اور سڑ کر کھاد بنتے ہیں۔ اور زمین میں ملتے رہتے ہیں۔ اس کو کھاد کہتے ہیں۔ نباتی کھاد اس طرح بناتے ہیں کہ کوڑا پتیاں یا پودے کھتّے میں بھر کر بند کر دیتے ہیں۔ نو دس مہینے میں وہ گل سڑ کر کھاد ہو جاتے ہیں۔ اس کھاد کو کھتّے سے نکال کر کھیت میں برابر پھیلاتے ہیں اور ہل سے جوت کر مٹی میں ملا دیتے ہیں تلہن کی کھلیان بہت زوردار کھادیں ہیں۔ کھیت میں پھلی دار جنس جیسے نیل یا سنئی یا کھرتی (گوار) کو جو سب سے بہتر ہے بوئیں۔

جب پھولنے پر آئے تو جوت کر اس کو زمین میں ملادیں وہ گل سڑ کر کھاد ہو جائے گی۔ ایسی کھاد کو سبز کھاد کہتے ہیں۔ یہ بہت ارزاں اور آسان ہے۔

۳۔ **حیوانات**۔ کس کو کہتے ہیں؟ اور حیوانات سے کھاد کیونکر بنتی ہے۔ کیڑے مکوڑے اور سب قسم کے جانور حیوان یا حیوانات کہلاتے ہیں۔ جانوروں کے مُردے اور فضلے سڑ کر اور کھاد بن کر زمین میں ملتے رہتے ہیں۔ اس قسم کی کھاد کو حیوانی کھاد کہتے ہیں۔

حیوانی کھاد بنانے کی یہ ترکیب ہے کہ مردہ جانور یا ان کے فضلے جیسے گوبر۔ مینگنی۔ بیٹ اور پیشاب اور ان کے اجزا یعنی سینگ

---

**نوٹ**:۔ جب کھاد سڑتی ہے تو اس پر سے ایک بودار ہوا نکلتی ہے۔ اس کو امونیا "نوشادر کی روح" کہتے ہیں۔ پودے کی خوراک میں یہ نہایت ضروری چیز ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پودے کی غذا تیار نہیں ہو سکتی جب کھاد ہوا میں کھلی ہوئی سڑتی ہے تو یہ ضروری چیز نکل کر ہوا میں مل جاتی ہے اور کھاد پھوک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب کھاد پر پانی برستا ہے اور اس میں سے رس کر بہتا ہے تو اسکے ساتھ گھل مل کر بہت سی کارآمد چیزیں بہہ جاتی ہیں۔ اور کھاد بے انس رہ جاتی ہے۔ اس وجہ سے کھاد کو کھتوں میں بند کر کے سڑانا، اور کھتوں کو سائے میں رکھنا ضروری ہے۔

کھر۔ بال۔ کھال اور ہڈیاں کھتوں میں بند کر کے کھاد بناتے ہیں۔ حیوانی کھادیں نباتی کھادوں کی نسبت بہت زیادہ زوردار ہوتی ہیں۔

۴۔ معدنیات کس کو کہتے ہیں اور اس کی کھادیں کیوں کر بناتے ہیں؟ جو چیزیں زمین سے نکالی جاتی ہیں۔ وہ معدنی یا معدنیات کہلاتی ہیں جیسے نمک۔ شورہ، چونا۔ کھاد (راکھ) یہ سب عمدہ کھادیں ہیں۔ ان کو معدنی کھاد کہتے ہیں۔ شورہ تو بوئے ہوئے کھیت میں چھڑک دیتے ہیں۔ باقی چیزوں کو برابر پھیلا کر ہل جوت کر ملا دیتے ہیں۔

## ۶۔ بیج اور بیج کی بوائی

۱۔ بتاؤ! بیج کیا چیز ہے؟ بیج پودے کا پونڈا ہے۔ جو پھلوں کے اندر رہتا ہے۔ اس کے بونے سے نیا پودا پیدا ہو جاتا۔ "بیج کا چھلکا اتارنے کے بعد جو چیز اندر سے نکلتی ہے۔ وہی تو نیا پودا ہے۔"

۲۔ تم مٹر یا سیم کے بیج لو۔ تھوڑے پانی میں ان کو رات بھر تر رکھو۔ صبح کو وہ پھولے ہوئے اور نرم ہوں گے۔ آہستگی سے ان کا چھلکا اتارو۔ اور اب جو چیز باقی رہی اس کو مغز یا گری کہتے ہیں یہ ہی گری پودا ہے۔ اس گری کو رسان سے چٹکی میں دباؤ۔ دو برابر کی دالیں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گی۔ مگر صرف ایک جگہ جڑی رہیں گی۔
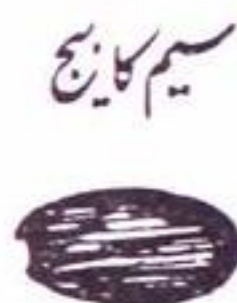
غور سے دیکھو تو اس جوڑ پر ایک چھوٹی سی چیز نظر آئے گی جس کو اکھوا (انگسا) کہتے ہیں۔

۳۔ اکھوے کے تین حِصّے ہوتے ہیں۔ نیچے والا حصّہ منڈا ہوتا ہے۔ سب سے پہلے یہ ہی بڑھتا اور جڑ بن کر زمین کے اندر جاتا ہے اب اوپر والے حِصّے پر ذرا غور کرو۔ تو تم چھوٹی چھوٹی پتیاں دیکھوگے۔ اس حِصّے کے بڑھنے سے اصلی پتیاں پیدا ہوتی ہیں۔ درمیانی حِصّے سے دونوں دالیں جڑی ہوتی ہیں۔ یہ حِصّہ بڑھ کر اور اوپر والے حِصّے کو لیکر زمین سے باہر نکلتا اور تنہ بنتا ہے جس کے اوپر پتیاں لگتی ہیں بیج کے جمنے پر یہ دونوں دالیں بھی جو سب سے پہلے زمین سے نکلتی ہیں دوہری ہری پتیاں بن جاتی ہیں۔

۴۔ بتاؤ تم کھیت میں بیج کس طرح بوؤ گے؟ ایک تو چھینٹواں بوئیں گے۔ یعنی بیج کو ہاتھ سے چھینٹ کر ہل چلا کر مٹی میں ملا دیں گے دوسرے کونڑواں یعنی تیار کھیت میں ہل چلائیں گے۔ ہل کے پیچھے

کونڑیں ہاتھ سے بیج ڈالتے جائیں گے۔ تیسرے لائن میں بوئیں گے اس طور سے کہ تیار کھیت میں برابر دوری پر سیدھی نالیاں بناکر برابر فاصلے پر بیج ڈالیں گے۔

۵۔ اچھا یہ بتاؤ! کون سے طریقے سے بیج بونا زیادہ مفید ہے؟
"لائن میں برابر دوری پر نالی َہل سے بونے میں فائدہ ہے" یہ بھی بتا سکتے ہو کہ چُنا چھنٹا اچھے سے اچھا بیج بونا کیوں چاہیئے؟ اسلئے کہ سب بیج جمیں، پودے زور دار ہوں اور پیداوار اچھی بیٹھے"

# ۷۔ سِنچائی

۱۔ ہم پڑھ چکے ہیں کہ پودے کی بھی جان ہے اور اس کی زندگی بھی کھانے پر ہے۔ پودے کی غذا یا کھاد زمین میں ہوتی ہے۔ جو زمین کی آل میں مثل شکر یا نمک کے حل ہوجاتی ہے۔ جب پودا زمین کی آل اپنی جڑوں کے ذریعہ سے چوستا ہے تو پانی کے ساتھ اس کی کھاد بھی جڑوں میں جاتی ہے جس سے پودے کی پرورش ہوتی ہے۔ اگر پانی زمین میں باقی نہ رہے اور مٹی خشک ہوجائے تو پودے بھی سوکھ کر مرجائیں۔ اس لئے یہ کہنا ٹھیک ہے کہ پودے کی زندگی پانی پر ہے۔ اب یہ بتادیجئے کہ پانی زمین میں کہاں سے آتا ہے؟

۲۔ پانی زمین کو بارش کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ جب مینھ برستا ہے تو پانی کا کچھ حصہ اوپر اوپر بہہ جاتا ہے۔ کسی قدر زمین میں

جذب ہوجاتا ہے۔ اگر کھیت کی مٹی باریک اور ملائم ہو۔ تو شبنم سے بھی زمین کو پانی ملتا ہے۔ اچھا اگر پانی نہ برسے اور کھیتوں کی مٹی سوکھنے لگے تو ہم کیا کریں؟ ایسی حالت میں لازم ہے کہ مصنوعی طریقوں سے اپنے کھیتوں میں پانی پہنچائیں۔ مصنوعی طریقے سے پانی پہنچانے کو سِنچائی یا آبپاشی کہتے ہیں۔

۳۔ کھیتوں کی سِنچائی یا آبپاشی کیوں کر کرتے ہیں؟ اس طرح کرتے ہیں کہ کھیتوں کے پاس اگر کنواں ہے۔ تو چمڑے کے بڑے بڑے ڈولوں یا چرسے سے پانی کھینچ کر کھیتوں میں دیتے ہیں۔ اگر تالاب جھیل یا نہر قریب ہے تو بیڑی ڈگلے یا پروسے سے پانی اٹھا کر کھیتوں میں پہنچاتے ہیں۔

۴۔ کتنا پانی ایک دفعہ میں کھیت کو دینا چاہیئے؟ بوئے ہوئے کھیت میں اتنا پانی ایک دفعہ دیا جائے کہ پانی آہستہ آہستہ زمین میں سوکھتا ہوا آگے بڑھے نہ ایسا کہ کھیت میں زور سے بہے اور

نوٹ:۔ آبپاشی کے لئے ضروری ہے کہ کھیتوں میں کیاریاں بنالیں اور کیاریوں میں پانی اسطرح دیں کہ رینگتا اور جذب ہوتا ہوا آگے بڑھے۔ نہری زمینیں صرف اسوجہ سے خراب ہوجاتی ہیں۔ کہ پانی خراب بے پروائی سے کثرت کے ساتھ دیا جاتا ہے۔ اور کھاد کی فکر نہیں کی جاتی۔ اگر کیاریاں باندھ کر اور موافق پانی دے کر نہر سے آبپاشی کی جاوے تو کھیت خراب نہ ہوں۔

بھرا رہے۔

۵۔ اگر پانی کھیت میں زیادہ دے دیا جائے تو کیا نقصان ہوگا؟ ایک نقصان تو یہ ہوگا کہ پودے گر جائیں گے۔ دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ ضرورت سے زیادہ پانی کھیت کو کمزور کر دے گا۔ کیونکہ زیادہ پانی میں پودوں کی غذا بھی زیادہ گھلے گی۔ اور بوئی ہوئی جنس کے پودے اس کو اپنے صرف میں لے آئیں گے۔ اس صورت میں پیداوار تو بے شک زیادہ ہوگی۔ لیکن زمین سے پودے کی کھاد جو زیادہ نکل جائے گی تو زمین خالی یا کمزور ہو جائے گی۔

## ۸۔ کٹائی۔ مڑائی۔ اور۔ اوسائی

۱۔ یہ بتائیے کہ بوئی ہوئی جنس کو کیا کرتے ہیں؟ بوئی ہوئی جنس جب پک پکا کر تیار ہو جاتی ہے تو ہسیوں (درانتیوں) سے کاٹ لیتے ہیں۔ جس کو کٹائی یا دِرد کرنا کہتے ہیں۔

فصل کے پختہ اور تیار ہو جانے کی کیا پہچان ہے؟ "ایک پہچان تو یہ ہے کہ پودوں پر زردی آجاوے۔ دوسری پہچان یہ ہے کہ دانے کو دانت سے کاٹیں تو دبے نہیں، بلکہ کٹ جاوے۔"

۲۔ فصل کو ہسیوں (درانتیوں) سے کاٹ کر کیا کرتے ہیں؟ ہسیوں سے کاٹ کر کھیت میں رکھتے جاتے ہیں۔ تاکہ دھوپ میں سوکھیں۔ اس کو لانک کہتے ہیں۔ شام کے قریب لانک کی پولیاں

باندھ کر پولیوں کے گٹھے بنا لیتے ہیں۔ ان گٹھوں کو اٹھا کر کھلیان میں جمع کرتے ہیں۔"

کھلیان کسے کہتے ہیں؟ "کھلیان وہ جگہ ہے"۔ جہاں گاہی ہوئی اجناس کو جمع کر کے اور سکھا کے ماڑ لیتے (وان لیتے) ہیں

۳۔ ماڑ لینے یا وان لینے سے کیا مراد ہے؟ "اس سے یہ مراد ہے کہ کھلیان کی زمین کو کوٹ پیٹ کر لیتے ہیں۔ جب سوکھ جاتی ہے تو اس پر بشکل دائرہ لانک بچھا کر چبوترہ سا بنا لیتے ہیں۔ اور اس لانک پر بیلوں کو گھماتے ہیں۔ اسی کو گاہنا بھی کہتے ہیں۔ اس عمل سے لانک ٹوٹ کر بھوسہ بن جاتا اور دانہ نکل آتا ہے۔ اب دانے کو بھوسے اُوسا کر جُدا کرتے ہیں۔

۴۔ اوسانا کس کو کہتے ہیں؟ "ماڑا ہوا یا گاہا ہوا اناج ٹوکریوں میں بھر کر ہوا کے رُخ کھڑے ہو کر زمین پر گراتے جاتے ہیں۔

نوٹ:۔ دانہ جب پک جاتا اور سخت ہو جاتا ہے تو پھر خوراک لیتا ہے۔ نہ بڑھتا ہے۔ بیج پک جانے کے بعد پودے زیادہ دنوں کھیت میں کھڑے رہیں تو سوائے نقصان کے کچھ فائدہ نہیں۔ بڑا نقصان یہ ہے کہ بھوسہ میں توت پرورش کم ہو جاتی ہے۔ اور دانہ میں بھوسی بڑھ جاتی ہے۔ دانہ مضبوط ہو جانے پر اگرچہ پودوں میں سبزی باقی ہو کھیت کاٹ لیا جائے تو بھوسہ بھی اچھا ہوگا اور دانہ بھی اچھا۔

ہوا کے زور سے بھوسہ تو اڑ کر الگ گرتا ہے اور دانہ ایک جگہ جمع ہوتا جاتا ہے۔"

۵۔ اگر ہوا نہ ہو تو اُوسائی کیوں کر کریں ؟۔

جب ہوا نہیں چلتی یا کم چلتی ہے تو کملی یا دوہر یا کوئی اور موٹا کپڑا لے کر دو آدمی ہلاتے ہیں۔ تیسرا آدمی مارا ہوا اناج ٹوکری میں سے گراتا جاتا ہے۔ اس کو پرتی لگانا کہتے ہیں۔

# ہماری دیگر مطبوعات